یا اللہ مدد — لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ — حق چار یار

مجلّہ صفدر

بانی: محمد سرفراز خان صفدر

نگہبان: قاضی مظہر حسین

86 اپریل 2018 — رجب/شعبان ۱۴۳۹ھ

گوشۂ خاص: مشاجرات صحابہ اور اہل سنت کا مسلک اعتدال

یہ گزارشات اس لیے عرض کی گئیں کہ بعض حضرات نے اپنی زندگی کا مشن ایسی بحثوں کو بنا رکھا ہے، قاضی طاہر علی ہاشمی صاحب اور دار بنی ہاشم [ملتان] والے، اور کئی دوسرے حضرات ان بحثوں میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ اور اگرچہ بظاہر تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نبی کے سوا کسی کو معصوم نہیں مانتے لیکن اُن کی تحریرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام کو بھی یہ معصوم مانتے ہیں، چنانچہ رسالوں اور کتابچوں میں تسلسل کے ساتھ مشاجرات کی بحث چھیڑتے ہیں، اور اس بحث میں اہل السنۃ والجماعۃ کے اصل مذہب کو خلاف اہل سنت باور کراتے ہیں۔ اور جو نظریہ اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف ہے اُسے اہل سنت کے نظریہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

نیز جن بعض صحابہ کا دفاع کرتے ہیں اُن کے مقابل دوسرے صحابہ کی شان گھٹانے لگتے ہیں، مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا باتیں لکھنے لگتے ہیں۔ ہمارا اُن سے یہ سوال ہے کہ: اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع اہل سنت کا مسلک ہے تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دفاع اہل سنت کی ذمہ داری نہیں؟ [مشاجرات صحابہ اور اہل سنت کا مسلک اعتدال: ۳۰]

مظہر پبلیکیشنز دار المطالعہ 0334-4612774 0312 4612774
khadim.khan4@yahoo.com

پیامِ صفدر　　　　　　　　　　　　　　　　مدیر کے قلم سے

استاذِ مکرم حضرت مولانا فیض محمد رحمہ اللہ [استاذ الحدیث: دارالعلوم مدنیہ بہاول پور]

مادرِ علمی دارالعلوم مدنیہ، بہاول پور میں بندہ کو جن اساتذہ کرام سے استفادہ کی سعادت نصیب ہوئی، اُن میں ایک نمایاں نام استاذِ مکرم مولانا فیض محمد رحمہ اللہ کا ہے، جن سے ہم نے درجہ رابعہ میں درمیانی دس پاروں کا ترجمہ وتفسیر، درجہ سادسہ میں جلالین شریف کا آخری حصہ اور دورہ حدیث شریف میں سننین و مؤطین پڑھیں۔ علاوہ ازیں کنز الدقائق کا تقریری اور ہدایہ اول وغیرہ کتب کا تحریری امتحان بھی استاذِ مکرم رحمہ اللہ کو دیا۔

استاذِ مکرم (مولانا فیض محمد) رحمہ اللہ ولد احمد بخش مرحوم چنڑ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ تین جون انیس سو چھیالیس (03/06/1946) کو بہاول پور میں ولادت ہوئی، عصری تعلیم میٹرک تک حاصل کی، ابتدائی تعلیم بہاول پور میں ہی حاصل کرنے کے بعد حصول علم دین کے لیے لودھراں، ملتان اور خان پور کٹورہ کے اسفار فرمائے۔ اور ۶۳۔۱۹۶۲ء میں جامعہ خیر المدارس ملتان سے سند فراغ حاصل کی۔ اور جامعہ مخزن العلوم خان پور میں حضرت درخواستی رحمہ اللہ کے ہاں دورۂ تفسیر کیا۔

آپ کے ممتاز اساتذہ میں حضرت مولانا غلام فرید رحمہ اللہ (بہاول پور)، حافظ نصیر الدین رحمہ اللہ (بہاول پور)، حافظ محمد احسن رحمہ اللہ (بہاول پور)، مولانا موسیٰ رحمہ اللہ (لودھراں)، مولانا مفتی عبداللہ رحمہ اللہ (ملتان)، مولانا محمد شریف کشمیری رحمہ اللہ (ملتان)، مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ (ملتان) اور حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ (خان پور) شامل ہیں۔ اور ہم کلاس احباب میں مولانا سعید الرحمٰن (بہاول پور) شامل ہیں۔ آپ کا بیعت واصلاح کا تعلق حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کے ساتھ رہا۔

فراغت کے بعد ۲۸ سال آرمی میں خطیب رہے، اسی دوران دو سال خمیس مشیت (سعودی عرب) میں بھی امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ دارالعلوم مدنیہ سے ابتدا ہی سے تعلق رہا، آپ کے صاحبزادے بھی دارالعلوم مدنیہ کے ہی فضلاء ہیں۔ ۱۹۸۸ء سے دارالعلوم مدنیہ میں باقاعدہ تدریس کا آغاز کیا جو گذشتہ سے پیوستہ سال تک جاری رہا۔ اس کے علاوہ محلّہ کی مسجد میں امامت ودرس قرآن کی خدمات کا سلسلہ بھی تا صحت جاری رکھا۔ آپ کے معروف تلامذہ میں مولانا مفتی احمد سفیان، مولانا شیخ شفیق الرحمٰن، مولانا جمیل الرحمٰن عباسی اور مولانا حبیب الرحمٰن شامل ہیں۔

(جاری ہے۔۔۔)

فہرست

مولانا مجیب الرحمٰن مدظلہم [ڈیرہ اسماعیل خان] قسط:۱

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم......اور اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلکِ اعتدال

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین. أما بعد!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت بھی اللہ تعالیٰ کی منتخب جماعت ہے، مگر دونوں میں فرق ہے، نہ تو مرتبہ میں برابر ہیں، نہ خصوصیات میں، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام انسانوں میں سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خواص میں سے ہیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم نہیں ہیں بلکہ محفوظ ہیں۔

معصوم اور محفوظ میں فرق یہ ہے کہ معصوم سے گناہ بالکل نہیں ہوتا، ہاں خلافِ اولیٰ ہوسکتا ہے اور محفوظ سے نہ صرف خلافِ اولیٰ بلکہ احیاناً گناہ بھی ہوسکتا ہے، لیکن نہ تو گناہ اُن کی عادت ہوتی ہے نہ اُس پر مصر ہوسکتے ہیں بلکہ گناہ ہوجائے تو جب تک توبہ کر کے اپنے نامہ عمل سے صاف نہ کروالیں انہیں چین وسکون نہیں آسکتا، بلفظ دیگر گویا گناہ کرنا اُن کا کام نہیں لیکن اُن سے ہوجاتا ہے، جس پر توبہ کر کے معاف کروالیتے ہیں، مثلاً زنا، چوری، قتل، شراب نوشی وغیرہ جیسے کام بعض سے متعلق منقول ہیں، اِن کاموں کے اُن سے ارتکاب میں بہت سی حکمتیں مخفی ہیں، مثلاً: اگر یہ کام ان سے نہ ہوتے تو عملاً حدود وغیرہ کا نفاذ اور اس کا نمونہ بعد کی امت کے لیے کیسے وجود میں آتا؟ دوسری بھی بہت سی حکمتیں ہیں، مگر یہ گناہ تو ہیں جو ہوئے، ہاں! جس سے گناہ صادر ہوا جب تک اس نے اپنے آپ کو حد کے لیے پیش نہ کیا اور پکی سچی توبہ نہ کرلی تب تک سکون نہ آیا، آخر اس دنیا سے بخشے ہوئے ہوکر رخصت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ

ایسے ہی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خلافِ اولیٰ بھی ہوا، مگر خلافِ اَولیٰ جواز کے دائرے میں ہی ہوتا ہے، اِس لیے اگر اُن سے کوئی خلافِ اَولیٰ ہوگیا اور کسی محقق، متکلم یا مفسر نے اس پر یہ لکھ دیا کہ: یہ فلاں صحابی سے خلافِ اَولیٰ ہوا اور اس کام کا خلاف اولیٰ ہونا نصوص یا نص سے ثابت ہو تو اُس محقق پر اس صحابی کی بے ادبی کا الزام نہیں لگایا جاسکتا، ہاں ایسی بحثوں میں خوامخواہ اقدام نہ کیا جائے، جوابی کاروائی اور دفاع مجبوری ہے۔

یہ گزارشات اس لیے عرض کی گئیں کہ بعض حضرات نے اپنی زندگی کا مشن ایسی بحثوں کو بنا رکھا ہے،

قاضی طاہر علی ہاشمی صاحب اور دارِ بنی ہاشم [ملتان] والے، اور کئی دوسرے حضرات اِن بحثوں میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ اور اگر چہ بظاہر تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نبی کے سوا کسی کو معصوم نہیں مانتے لیکن اُن کی تحریرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام کو بھی یہ معصوم مانتے ہیں، چنانچہ رسالوں اور کتابچوں میں تسلسل کے ساتھ مشاجرات کی بحث چھیڑتے ہیں، اور اس بحث میں اہل السنۃ والجماعۃ کے اصل مذہب کو خلافِ اہل سنت باور کراتے ہیں۔ اور جو نظریہ اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف ہے اسے اہل سنت کے نظریہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

نیز جن بعض صحابہ کا دفاع کرتے ہیں اُن کے مقابل دوسرے صحابہ کی شان گھٹانے لگتے ہیں، مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا باتیں لکھنے لگتے ہیں۔ ہمارا ان سے یہ سوال ہے کہ: اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع اہل سنت کا مسلک ہے تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دفاع اہل سنت کی ذمہ داری نہیں؟

ناصبیوں نے بظاہر تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کا نعرہ لگایا، لیکن اُن کے دفاع کی آڑ میں یزید کی حمایت اور تعریف کا سلسلہ شروع کر دیا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر تنقیدات شروع کر دیں۔ اور بعض احادیث اُن کے خلاف فٹ کرنے کی کوشش کی۔ مثلاً: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جب ایک امیر پر اجماع ہو جائے تو جو اُس کے خلاف کھڑا ہو اس کو قتل کر دو، جو بھی ہو۔'' حالانکہ یزید کی امارت پر اجماع نہیں ہوا تھا، اہل مکہ و اہل مدینہ و اہل عراق مخالف تھے، وغیرہ۔ ایسی بحثوں میں یہ لوگ اہل بیت کے افراد پر زیادتی کر جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو ہدایت دے۔ آمین۔

بہر حال مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں اہل سنت کا اصل مسلک کیا ہے؟ اس بارے میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ نے بہت کچھ تحریر فرمایا ہے، مگر نامعلوم وجوہات کی بنا پر کئی لوگ اہل سنت کے حقیقی مسلک کو پوشیدہ رکھتے ہیں بلکہ مسلکِ اہل سنت کے نام پر غلط مسلک بتاتے ہیں اور پھر اِس بات پر مُصر بھی ہیں کہ ضرور اُنہی کے بیان کردہ موقف کو اہل سنت کا مسلک تسلیم کیا جائے۔

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں توقف وسکوت کا مسلک:

قاضی طاہر علی صاحب ہاشمی کہتے ہیں:

''بہر حال یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ صحابہ کرام کے مشاجراتی اختلافات میں اصل مذہب سکوت وتوقف ہے، مشاجرات میں وہی قول مقبول ترین، راجح ترین اور صریح نصوص کے عین مطابق ہے، ائمہ اربعہ کے مذاہب سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس معاملے میں سکوت وتوقف ہی کے قائل ہیں۔'' [سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین: ۱۳۱]

اگر کوئی صاحب علم اِس بارے میں واقعی توقف کرنا چاہے تو زیادہ حرج نہیں، لیکن توقف کیا بھی تو

جائے، اگر اہل سنت کا موقف ''سکوت'' باور کرانے کے بعد خود ''سکوت'' کرنے کے بجائے سیاسی غلطیوں کے نام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات کو داغدار کیا جائے، (جب کہ اس وقت کی سیاست دین تھی اور دین کے تابع تھی، تو نتیجۃً وہ غلطیاں بھی دینی غلطیاں ہوں گی،) تو اِسے کیا نام دیا جائے؟ افسوس ہے کہ قاضی طاہر علی صاحب کچھ ایسا ہی رویہ اپنائے ہوئے ہیں، گویا وہ عملاً یہ بتا رہے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تو غلطیوں کی نسبت بھی کی جاسکتی ہے، اور اِس سے قاضی صاحب کے ''مسلکِ سکوت'' پر کوئی حرف نہیں آتا، لیکن حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خلافِ اولیٰ اور اجتہادی خطا کی نسبت کرنا نہ صرف مسلکِ سکوت کے سخت خلاف ہے بلکہ انتہائی درجہ کی گستاخی بھی ہے۔ کاش کہ قاضی صاحب سکوت کے نام پر دھوکہ دینے کے بجائے 'سکوت' ہی اختیار کر لیتے۔

کسی صحابی کی خطاءِ اجتہادی بتانا اُس کی گستاخی نہیں:

دارِ بنی ہاشم [ملتان] والوں کے ماہنامہ رسالہ ''نقیب ختم نبوت'' [اپریل ۲۰۱۷ء] میں عرفان الحق ایڈووکیٹ نامی کسی صاحب کا ایک مضمون شائع کیا گیا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں:

> ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین وقوع پذیر ہونے والے اختلافات کے متعلق کئی حضرات کا یہ غلط اور بے بنیاد نظریہ سامنے آتا ہے کہ خلیفہ چہارم سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اُس وقت کے امیر شام یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین پیش آنے والے اختلاف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے جب کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خطاء پر تھے۔ نعوذ باللہ من ذا لک۔'' [نقیب: ۲۴]

یہ صاحب ''نعوذ باللہ من ذا لک'' لکھ کر یہ تاثر دینا چاہ رہے ہیں کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ''خطاءِ اجتہادی'' کی نسبت کرنے سے گویا اُن کی گستاخی لازم آتی ہے، حالانکہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''یہ کہنا غلط ہے کہ (صحابہ کرام کے) دو مختلف اقوال میں سے ایک کو حق یا راجح اور دوسرے کو خطاء یا مرجوح قرار دینے میں کسی ایک فریق کی تنقیص لازم ہے۔'' [مقام صحابہ: ۷۳]

اور اگر صحابہ کرام کی طرف خطاءِ اجتہادی کی نسبت کرنے کو گستاخی قرار دیا جائے تو چودہ سو سالہ تمام اکابر اہل سنت، اسلاف و اخلاف گستاخ ٹھہریں گے، کیونکہ سبھی اِسی مسلکِ اعتدال کے قائل ہیں۔

عرفان الحق صاحب کی طرح قاضی طاہر علی صاحب بھی اِسی بنیاد پر جملہ اکابر اہل سنت کو بے اَدب اور گستاخ قرار دینے پر مصر ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خطاء یا خطائے اجتہادی کی نسبت کرنے والے اکابر اہل سنت کے ایک جم غفیر کو اپنی کتاب ''ناقدین سیدنا معاویہ'' میں 'ناقد اور گستاخ حضرت معاویہ' قرار دیدیا ہے۔ العیاذ باللہ۔ قاضی صاحب کو حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کی

اس عبارت کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

لکیر کے فقیر کون؟

عرفان الحق صاحب مزید کہتے ہیں:

''نیز یہ (بھی غلط و بے بنیاد نظریہ ہے) کہ ہر دو حضرات رضی اللہ عنہما کے درمیان یہ اختلاف اجتہادی نوعیت کا تھا جس میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطاء اجتہادی کا صدور رہوا، کئی اہل سنت حضرات نے بھی تقریری وتحریری طور پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے سر یہی اجتہادی خطاء ڈالی ہے۔۔۔ محض لکیر کی فقیری میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطاء اجتہادی کا مرتکب قرار دیا جاتا ہے۔'' [ص:۲۴]

عرفان الحق صاحب اور اِن جیسوں کے نزدیک شاید سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا درجہ نبیوں سے بھی بڑھا ہوا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے تو اجتہادی خطاء ہو سکے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطاء بھی نہ ہو سکے، نامعلوم عرفان الحق صاحب علمی اعتبار سے کس سطح کے آدمی ہیں؟ یہ خطاء اجتہادی ماننے اور لکھنے والوں کو لکیر کا فقیر کہتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ خود لکیر کے فقیر ہیں، اِنہوں نے خاص لوگوں کی تقاریر یا تحریرات سنی اور پڑھی ہوں گی تو اِن کے نزدیک وہی لوگ اہل سنت کا صحیح نظریہ رکھتے ہیں، اور اُن کی رائے کے خلاف خطاء اجتہادی کے قائل اہل سنت کہلا کر غلط نظریہ رکھتے ہیں، حالاں کہ یہ لکیر کی فقیری نہیں، نصوص کے ساتھ ساتھ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی تصریحات اُن کا مستدل ہیں جیسا کہ آگے ذکر ہوگا ان شاء اللہ۔

معیار کیا ہے؟

عرفان الحق صاحب مزید لکھتے ہیں اور بالکل صحیح لکھتے ہیں:

''صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات میں اللہ تعالی اور نبی کریم ﷺ فیصلہ دے سکتے ہیں یا پھر کوئی صحابی ہی اس ضمن میں کوئی ارشاد فرما سکنے کے اہل ہیں، مگر اُن کے بعد کوئی بھی صحابہ کے باہمی اختلاف پر فیصلہ کرنے کا ہرگز اہل نہیں۔'' [نقیب اپریل:۲۵]

یعنی اس بارے میں اللہ تعالی یا نبی کریم ﷺ یا کوئی صحابی رائے دے سکتا ہے؟ جی ہاں! اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک بھی یہی چیزیں صواب وخطاء معلوم کرنے کا معیار ہیں، چوتھی کوئی چیز معیار نہیں۔ تو کیا جناب کا یہ خیال ہے کہ جن اہل سنت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت کی، یہ اُن کا اپنا فیصلہ ہے؟ اُنہوں نے قرآن وسنت واقوال صحابہ کو ملحوظ ہی نہ رکھا؟ اگر ایسا ہے تو پھر وہ اہل سنت کیسے ہوئے؟ اُنہیں اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج کر دیجیے! اور پھر دیکھیے کہ کتنے بڑے بڑے حضرات اکابرین اسلاف واخلاف اہل سنت سے خارج ہوتے ہیں، اور کون اہل

سنت باقی رہتے ہیں؟ یہ تو ویسا خیال ہے جیسا غیر مقلدین احناف اور خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے متعلق پیش کرتے ہیں کہ وہ اپنے فیصلے اور رائے پیش کرتے اور قرآن وسنت چھوڑ دیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل صحابہ رضی اللہ عنہم کی خطاء اجتہادی اور اہل سنت کے دلائل:

چوں کہ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ خاص مشاجرات صحابہ کا ذکر نہیں کیا گیا، اس لیے سردست قرآن مجید سے کوئی آیت پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ وتابعین کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور اِسی صحیح معیار کے مطابق گفتگو کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی احادیث:

(۱)......الحدیث الاول:

حضرت محمد بن ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت سعد (بن ابی وقاص) رضی اللہ عنہ کو (طعن کے طور پر) کہا کہ اِنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ہمارے ساتھ تعاون نہ کیا جب کہ ہم حق پر تھے، اور دوسرے باطل پر تھے، حضرت سعد ایک لمحہ خاموش رہے۔ تو وہ کہنے لگا بولتے کیوں نہیں؟ فرمایا: فتنہ اور تاریکی آپڑی تو میں نے اپنے اونٹ کو (بٹھانے کے لیے) کہا: اخ اخ، تو اونٹ بیٹھا رہا یہاں تک کہ تاریکی جھڑ گئی، وہ شخص حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: میں نے تو شروع سے آخر تک قرآن مجید پڑھا ہے، اُس میں اخ اخ نہیں ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور فرمایا: جب تو نے یہ بات کہہ دی تو (سُن) میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا: ''**عليّ مع الحق أو الحق مع عليّ حيث كان.** حضرت علی رضی اللہ عنہ حق کے ساتھ یا حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگا جہاں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔''

وہ آدمی کہنے لگا: یہ آپ کے ساتھ اور کس نے سُنا؟ فرمایا حضور ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ارشاد فرمایا، تم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیج کر پوچھ لو، تو زوجہ مطہرہ سے پوچھا تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: واقعی رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر میں (ایسا) فرمایا، تو وہ آدمی کہنے لگا: ''اگر میں نے خود یہ بات نبی کریم ﷺ سے سنی ہوتی تو موت تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خادم بن کر رہتا۔''

[مسند بزار، ح:۳۲۸۲، مجمع الزوائد، ح:۱۲۰۳۱۔ ج:۷، ص:۴۷۶]

اس حدیث سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ ان معرکوں میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے یعنی ان کی رائے درست تھی، حضور ﷺ کے ارشاد اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فہم کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے درست ہوئی تو ان کے مقابل حضرات رضی اللہ عنہم کی رائے میں خطاء (اجتہادی) ہونا واضح ہوا، کیونکہ اگر مقابل حضرات کی خطاء نہ ہو تو خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق پر ہونے کو بیان

کرنے کا فائدہ نہیں۔

(۲)......**الحدیث الثانی:**

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرنے پر فرمایا: ''**الحق مع ذا،الحق مع ذا. [مجمع الزوائد: ۲۷۵/۷،الشریعة للآجری ۱۵۸۳، مسند ابویعلی ح: ۱۲۵۲،رجاله ثقات]** حق اِن کے ساتھ ہوگا، حق اِن کے ساتھ ہوگا۔''

اِس حدیث کا بھی سوائے اس کے کوئی مطلب نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جو دوسرے صحابہ سے اختلافات ہوئے اُن میں حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، یعنی درست رائے پر تھے، مقابل حضرات کی رائے میں خطاء (اجتہادی) ہوئی ہے۔

(۳)......**الحدیث الثالث :**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**إذا اختلف النّاس فابن سميّة مع الحق ،ابن سميّة هو عمّار.[دلائل النبوة للبیهقی: ۴۲۲/۶، رجاله ثقات،تاریخ دمشق لابن عساکر: ۴۰۳/۴۳، ح: ۹۲۸۵]** جب لوگ اختلاف کریں گے تو عمار بن یاسر ابن سمیہ رضی اللہ عنہ حق کے ساتھ ہوں گے۔''

ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اِس فرمان میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والا وہ اختلاف مراد ہے جس میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی کسی فریق کے ساتھ شامل ہوں گے، اور آپ ﷺ نے گویا معیار بتا دیا کہ اُس اختلاف کے وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دیکھنا جدھر وہ ہوں گے اُدھر حق ہوگا، یعنی اُس فریق کی رائے درست ہوگی، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ اِس اختلاف کے وقت (جنگ جمل اور صفین میں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حق یعنی درست رائے پر تھے، اور جب اُن کی رائے درست تو مقابلین کی رائے میں خطاء (اجتہادی) واضح ہے، ورنہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ہی درست رائے پر ہونے کی تخصیص کا کیا معنی ہے؟

(۴)......**الحدیث الرابع :**

زید بن وہب سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آس پاس تھے کہ اسی دوران فرمایا کہ تمہارا کیسا حال ہوگا جب نبی کریم ﷺ کے گھرانے والے باہر آئیں گے، اور تم دو جماعتیں ہوگے، تلوار کے ذریعے بعض بعض کے چہروں پر مارو گے، ہم نے عرض کیا: اے ابوعبداللہ! ایسا بھی ہونے والا ہے؟ فرمایا ہاں، ایک شخص نے عرض کیا: اے ابوعبداللہ! اگر ہم وہ وقت پالیں تو ہم کیا کریں؟ فرمایا:

''**انظروا الفرقة التی تدعو إلی أمر علیّ فإنها علی الهدیٰ.[مجمع**

الزوائد: ۷/۷۷۴، ح: ۱۲۰۳۲، رواه البزار ورجاله ثقات] اس گروہ کو دیکھو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت کی طرف بلائے بس وہ صحیح راہ پر ہوگا۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اگرچہ لفظاً اُن کا قول ہے لیکن حکماً حدیث مرفوع ہے، کیوں کہ صحابی اس طرح کی مستقبل کی پیشین گوئی اور اُس کا حکم نبی کریم ﷺ سے سنے بغیر نہیں بتا سکتے، تو اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے اس گروہ کی رائے درست تھی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت اور اُن کی اطاعت کی دعوت دینے والے تھے، مقابل حضرات کو بھی اطاعت اختیار کرنی چاہیے تھی، تو اطاعت سے نکلے ہوئے گروہ اجتہادی غلطی پر تھے۔

(۵)......الحدیث الخامس:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اقتدوا بالذین من بعدی أبی بکر وعمر، واهتدوا بهدی عمار. [مسند الحمیدی ح: ۴۵۴، ابن ابی شیبة ح: ۳۷۰۴۹، ترمذی ح: ۳۸۰۵، ابن حبان: ۶۹۰۲] میرے بعد ہونے والے دو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا، اور عمار رضی اللہ عنہ کی راہ پر چلنا۔''

جنگ صفین میں حضرت عمار و علی رضی اللہ عنہما اور اُن کے گروہ کی راہ ایک تھی، اُن کو رسول اللہ ﷺ کے اِس ارشاد کی تعمیل کی سعادت ملی، اور جو مقابل تھے اُن سے اِس فرمان نبوی کی تعمیل چھوٹ گئی ہے جو غلطی ہے، اور مجتہد ہونے کے سبب ایسی غلطی خطاء اجتہادی کہلاتی ہے۔

(۶)......الحدیث السادس:

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بسند صحیح مرسل حدیث ہے کہ جنگ جمل میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واپس ہو رہے تھے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تک خبر پہنچی۔ تو فرمایا: اگر ابن صفیہ کو یقینی علم ہوتا کہ وہ حق پر (درست رائے پر) ہیں تو وہ واپس نہ پھرتے، اِس لیے کہ نبی کریم ﷺ سقیفہ بنو ساعدہ میں ہم دونوں کو ملے تھے تو فرمایا: اے زبیر! کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے؟ عرض کیا: جی! اُن سے محبت سے کیا مانع ہوسکتا ہے؟ (محبت کرتا ہوں) فرمایا:

''فکیف أنت إذا قاتلته وأنت ظالم لهٗ. تیرا کیسا حال ہوگا جب تو اُس سے لڑے گا اس حال میں کہ تو قصور کرنے والا ہوگا۔'' لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ اسی وجہ سے واپس ہوئے ہیں۔ **[اتحاف الجماعة: ۱/۱۷۹ عن قتادة، مرسل صحیح الاسناد، جامع معمر بن راشد ح: ۲۰۴۳۰]**

یہ حدیث بھی صاف ظاہر کرتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی، اور مقابلین سے خطاء اجتہادی ہوئی ہے۔

(۷)......**الحدیث السابع :**

اسی مضمون کی ایک اور روایت ابوجرو المازنی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت علی وزبیر رضی اللہ عنہما کا آمنا سامنا ہوا تو میں نے دونوں کو دیکھا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زبیر! میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں، بتا! کیا تو نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے سنا: ''**إنّک تقاتلني وأنت ظالم.** ......اے زبیر تو مجھ (علی) سے لڑے گا اور تو کوتاہی کرنے والا ہوگا۔''

تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، مگر مجھے (ابھی) اِسی جگہ (حضور ﷺ کا) یہ فرمان یاد آیا، یہ کہا اور جنگ سے واپس پھر گئے۔[**رواہ ابویعلی والبیھقی باسنادضعیف ،اتحاف الجماعۃ/۱۸۰**]

اس روایت کی سند ضعیف کہی گئی مگر حرج نہیں کیوں کہ اوپر کی صحیح مرسل اس کو قوی کردیتی ہے، دونوں روایتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ درست رائے پر تھے اور مقابل حضرات رضی اللہ عنہم سے خطاء اجتہادی ہوئی ہے۔

یاد رہے کہ یہاں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے لئے لفظ ظالم استعمال ہوا مگر مراد اِس سے خلافِ اولیٰ کا ارتکاب کرنے والا ہے، اِس لفظ کو کسی بھاری معنی پر محمول نہ کیا جائے، کیوں کہ قرآن مجید میں لفظ ظالمین حضرت آدم و یونس علیہم السلام کے لئے خلاف اولیٰ کے ارتکاب پر بولا گیا ہے[**فتکونا من الظالمین، ربنا ظلمنا انفسنا، انی کنتُ من الظالمین**) اس لئے کوئی زبان نہ کھولے کہ جی آپ لوگ حضرت زبیر کو ظالم کہہ رہے ہیں، یہ حضور ﷺ نے فرمایا ہم نہیں کہہ رہے اور مراد ظلم سے خلاف اولیٰ ہے،

(۸)......**الحدیث الثامن :**

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''**تمرق مارقۃ عندفرقۃ من المسلمین تقتلھا أولی الطائفتین بالحق.** [**مسلم: ۱۰۶۴**] مسلمانوں کے اختلاف کے وقت ایک نکلنے والی جماعت نکلے گی جس کو مسلمانوں کی دو جماعتوں میں سے وہ جماعت قتل کرے گی جو حق کے زیادہ قریب ہوگی۔

اس حدیث میں جس اختلاف کا ذکر ہے وہ حضرت علی اور اُن کے مقابل صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے، اور اُن دو جماعتوں کے اختلاف کے وقت نکلنے والی جماعت سے مراد خوارج ہیں، اور اُن خوارج کو قتل کرنے والی جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے، اِس میں کسی بھی مسلمان کو اختلاف نہیں ہے۔

اَب جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: خوارج کو قتل کرنے والی جماعت حق کے زیادہ قریب ہوگی، تو واضح ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت حق کے زیادہ قریب تھے۔

قارئین کرام! ایک طرف تو مندرجہ بالا احادیث طیبہ ہیں، جبکہ دوسری طرف عرفان الحق صاحب کسی غلط لکیر کے فقیر بن کر لکھتے ہیں:

''متقدمین علماء کرام میں سے کسی کا یہ نظریہ نہ تھا کہ سیدنا علی وسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے باہمی اختلاف میں سیدنا علی حق پر یا اقرب الی الحق اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ راہِ خطاء پر تھے۔'' [نقیب: ۲۵]

اِس کا مطلب یہ ہوا کہ متقدمین علماء کو یا تو یہ حدیث معلوم ہی نہ تھی یا اُن حضرات کا عقیدہ ونظریہ اِن احادیث کے خلاف تھا اور اُنہوں نے اِن احادیث کو قبول نہیں کیا؟ عرفان صاحب! آپ کیا تاثر دینا چاہتے ہیں؟ متقدمین علماء کو احادیث سے جاہل باور کرانا چاہتے ہیں یا صحیح حدیث کو رد کرنے والے؟ آگے چل کر اپنے مقام پر ان شاء اللہ متقدمین کے حوالہ جات کے ساتھ ہم واضح کریں گے کہ عرفان الحق صاحب کی اِس بات میں کتنی صداقت ہے۔

عرفان صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اہل سنت کہلانے والے حضرات جانے کیوں اِس پر مُصِر ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حق پر اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد مخطی سمجھا اور کہا جائے ......(اور) یا یہ نظریہ پیش کیا جائے کہ دونوں حضرات رضی اللہ عنہما حق پر تھے مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ زیادہ حق پر تھے نسبتاً سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے۔'' [نقیب: ۲۵]

جناب! حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کو اقرب الی الحق فرمایا اور یہ آپ ﷺ کا فیصلہ ہے۔ اہل سنت کہلانے والے حضور ﷺ کے اس فیصلے کو ماننے پر مجبور ہیں، کیوں کہ اُن کے ایمان کا تقاضا ہے: **التصدیق بجمیع ماجاء به النبی ﷺ**. آپ ﷺ کے فرمائے اور لائے ہوئے سب کچھ کی تصدیق کرنا۔ آپ کی اپنی مرضی کہ آپ اور ''نقیب ختم نبوت'' والے حضور ﷺ کا یہ فیصلہ مانیں یا نہ مانیں؟ اہل سنت کے لیے نبی کریم ﷺ کے فرمان کو تسلیم کرنا اُن کی شرعی مجبوری ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین وائمہ مجتہدین کے اقوال:

مندرجہ بالا سطور میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم کے چند ارشادات نقل کیے گئے ہیں۔ اَب بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین وائمہ مجتہدین کے ارشادات اور اُن کے فیصلے سن لیں۔

(۱)......حضرت ام المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا فیصلہ:

مالک بن جعونہ تابعی کہتے ہیں کہ: میں نے خود ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ وہ فرما رہی تھیں: ''**كان عليّ على الحق من اتبعهٗ اتبع الحق ومن تركهٗ ترك الحق. [مجمع الزوائد: ۹/۱۸۴، ح: ۱۴۷۶۸، طبرانی، وفيه مالک بن جعونة ولم اعرفه وبقية احدالاسنادين ثقات، تاريخ ابن عساكر: ۴۲/۴۴۹ نحوه]** حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے، جس

نے اُن کی پیروی کی اُس نے حق کی پیروی کی اور جس نے اُن کو چھوڑا اُس نے حق کو چھوڑا۔"

(۲)......ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا فیصلہ:

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے متعلق نقل ہے کہ جری بن سمرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے سلام عرض کیا اور بتایا کہ حضرت علی وطلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے درمیان لڑائی ہوئی اور میں نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے، تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "**فالحق به فوالله ماضلّ ولاضُلّ به. [مجمع الزوائد :۱۸۴/۹، ح۱۴۷۶۹ طبرانی بسند صحیح]** حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جاملو! اللہ کی قسم نہ وہ غلط ہوئے، نہ اُن کے ساتھ ہونے سے غلطی لگی ہے۔"

امہات المؤمنین کے ان ارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ سب حضرات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنی چاہیے تھی، اور اُن کا ساتھ دینا چاہیے تھا، جنہوں نے ایسا نہ کیا اُن حضرات سے اجتہادی غلطی ہوئی ہے، اور ساتھ دینے والوں نے بالکل غلطی نہیں کی، بلکہ وہ کیا جو اُنہیں کرنا چاہیے تھا۔

یہاں بھی ذہن میں رہے کہ چوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والوں سے ام المؤمنین نے ضلالت کی نفی کی ہے جس کا نتیجہ ساتھ نہ دینے والوں کے لئے ضلالت کا اثبات بنتا ہے، تو یہاں بھی کوئی نہ کہے کہ جی آپ دوسرے گروہ کو ضلالت میں مبتلا کہہ رہے ہیں کیوں کہ ضلالت خلاف اولیٰ کے ارتکاب پر بھی بولی گئی ہے، جیسا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اولیٰ کے ارتکاب پر [**ومن یفعله منکم فقدضل سواء السبیل**] آیا ہے،

(۳)......حضرت عبداللہ بن بدیل صحابی رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل میں خطبہ دیا اور حمد وصلوۃ کے بعد فرمایا: "**قاتلوا الفئة الباغية الذين نازعوا الأمر أهلهٗ. [الاستیعاب :۱۲۹/۲]**...... اُس باغی گروہ سے لڑو جنہوں نے حکومت کے اہل سے حکومت میں نزاع کیا ہے۔"

یہ صحابی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اور اِن صحابی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑنے والوں کو (صورۃً) باغی جماعت فرمایا، چاہے لڑنے والے حقیقۃً باغی نہ ہوں صورۃً باغی ہوں مگر صورتِ بغاوت بھی تو غلطی ہی ہے جس کو مجتہد کے حق میں خطاء اجتہادی کہا جاتا ہے۔ اور اس پر بھی ایک اجر ہی ملتا ہے۔ بہر حال اس فرمان سے ظاہر ہوا کہ مقابل حضرات سے اجتہادی غلطی ہوگئی۔ رضی اللہ عنہم۔

(۴)......حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا فرمان:

ابو مسلمہ رحمہ اللہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ

نے جنگ صفین میں فرمایا: ''**والذی نفسی بیدہ لو ضربونا حتی یبلغوا بنا سعفات ھجر لعرفت أنا علی الحق وأنھم علی الضلالۃ.** [**ابن ابی شیبہ ح ۳۷۸۳۹، ۳۷۸۴۰**]......اگر ہمارے مقابل ہمیں مار مار کر سعفات ہجر تک بھی پہنچائیں تو بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہم حق پر (یعنی درست رائے پر) ہیں اور وہ (اجتہادی) غلطی پر ہیں۔ یہاں بھی ضلالت کا لفظ خلاف اولیٰ کے لئے بولا گیا ہے۔

(۵)......حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ:

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے لیکن تلوار استعمال نہ کر رہے تھے، اور جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل لوگوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے مقابلین سے عملاً لڑنا شروع فرمایا۔ [فتح الباری: ۱۴/۴۲۶، مجمع الزوائد: ۷/۴۸۶، ح: ۱۴۰۵۰]

ایسا کیوں کیا؟ اس لیے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت کے ہاتھوں شہادت ہی علامت تھی کہ وہ جماعت اجتہادی غلطی پر ہے، کیونکہ اُس جماعت کو رسول کریمؐ باغی جماعت فرما چکے تھے۔

(۶)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فیصلہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انتہائی پرہیزگار، متبع سنت مشہور تھے، اِن معرکوں سے کنارہ کش رہے، کسی کا ساتھ نہ دیا، لیکن وفات سے پہلے اُنہیں افسوس تھا۔ کِس بات کا؟ اِس بات کا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دیا اور اُن کے مقابل لوگوں سے نہ لڑا، فرما رہے تھے: ''**ما آسی علی شیء إلاأنّی لم أقاتل مع علی الفئة الباغیة.** [**مجمع الزوائد: ۷/۴۸۷، طبرانی بسند صحیح، الاستیعاب: ۲/۱۶۸**]...... مجھے صرف اسی بات کا افسوس ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر باغی جماعت سے لڑائی نہ کی۔

دیکھیں! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی ابن صحابی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرات کو باغی جماعت قرار دیتے ہیں، اور اِس بات کا صاف اظہار کر رہے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی، اُن کے ساتھ مل کر مجھے اور سب کو مقابلین سے لڑنا چاہیے تھا، اور یہ تب ہے جب مقابل حضرات غلطی پر ہوں، ورنہ اگر اُن کی کنارہ کشی درست تھی تو درست پہلو اختیار کرنے پر افسوس کیوں ہوا؟ اور اگر دونوں جماعتیں صواب (یعنی درست رائے) پر تھیں تو ایک جماعت کی حمایت نہ کرنے اور دوسری جماعت سے نہ لڑنے پر افسوس کیسا؟ یعنی گو کہ لڑائی ہونے سے پہلے اور لڑائی ختم ہونے تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کسی ایک کی حمایت میں شبہ تھا، مگر بعد میں اُن پر ظاہر ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق اور درست رائے پر اور مقابل حضرات خطائے اجتہادی پر تھے۔ مزید سنیے!

(۷)......حضرت عبداللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہما کی رائے:

یہی حال حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا ہوا، وہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف تھے، لیکن وہ بھی کنارہ کش رہنا چاہتے تھے، مگر والد نے اُنہیں اِس جنگ میں شرکت پر مجبور کیا اور اِن کے والد خود بھی شریک ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف تھے، گو والد کی اطاعت میں شریکِ جنگ ہوئے لیکن عملاً لڑائی میں حصہ نہیں لیا، گویا صرف ایک فرد کا اضافہ کیا، تلوار، تیر کوئی ہتھیار استعمال نہیں کیا، وفات سے پہلے اِس پر توبہ استغفار کرتے تھے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرات کے ساتھ ہو کر لڑائی میں شرکت کیوں کی؟ فرماتے ہیں:

”والله ماضربتُ فيهابسيف ولاطعنتُ برمح ولارميتُ بسهم ولوددتُ أني لم أحضر شيئا منها وأستغفرُ الله عزوجل عن ذلك وأتوب اليه، إلا أنه ذكر أنه كانت بيده الراية يومئذ فندم ندامة شديدة على قتاله مع معاوية الخ.[الاستيعاب :۱۷۰/۲]......اللہ کی قسم نہ میں نے تلوار چلائی، نہ نیزہ مارا، نہ تیر پھینکا، میں تمنا کرتا ہوں کہ کچھ حصہ نہ لیتا، اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں، ہاں! یہ ذکر کیا کہ انہوں نے ہاتھ میں جھنڈا اٹھایا تھا، تو (امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں) انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر لڑائی میں شمولیت پر سخت ندامت کی۔

مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ حضرت حنظلہ بن خویلد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ دو آدمی حاضر ہوئے، اُن کا جھگڑا تھا، ہر ایک یہ کہتا کہ میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے، تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے اُن کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی کہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی جماعت قتل کرے گی، یہ سُن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ: پھر تو ہمارے ساتھ کیوں ہے؟ حضرت عبداللہ نے مجبوری بتائی کہ والد صاحب نے رسول اللہ ﷺ کو میری شکایت کی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: ''جب تک تیرا والد زندہ ہے اس کی اطاعت کرو! نافرمانی نہ کرو۔'' تو والد کے اصرار پر میں تمہارے ساتھ شامل ہوا ہوں، لیکن میں لڑتا نہیں ہوں۔

[مجمع الزوائد: ۴۹۰/۷، ح:۱۲۰۶۳]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جنگ صفین سے متعلق شروع سے ہی سمجھتے تھے کہ حدیث **فئه باغيه** کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت اجتہادی غلطی پر ہے، مگر والد چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوئے اور انہوں نے مجبور کیا تو یہ بھی شامل ہو گئے۔ مگر لڑائی پھر بھی نہیں کی۔

شارح بخاری شریف امام ابن بطال علی بن خلف بن عبدالملک (متوفی ۴۴۹ھ) لکھتے ہیں:

”وروی سفیان عن یحیی بن هانیء أنه قال لعبدالله بن عمرو علیّ کان أولیٰ أو معاویة؟ قال: علیّ! قال: فماأخرجک؟ قال: إنی لم أضرب بسیف ولم أطعن برمح ولکن رسول الله ﷺ قال أطع أباک، فاطعتهٗ.[شرح صحیح البخاری لابن بطال: ۲۲/۱۰،طبع مکتبة الرشد ریاض] یحییٰ بن ہانی کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے پوچھا: حضرت علی رضی اللہ عنہ (مدد کے) زیادہ مستحق تھے یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ؟ فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ! میں نے پوچھا: پھر آپ کو کونسی چیز نے (مقابلہ میں) نکالا؟ فرمایا: نہ میں نے تلوار ماری، نہ نیزے کا وار کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ والد کا حکم مانا کرو تو میں نے والد کا حکم مانا۔

(۸)......حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو کے والد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی جنگ جمل میں سمجھ گئے تھے کہ: ہماری جماعت سے غلطی ہوئی ہے، چنانچہ جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے لڑنا چھوڑ دیا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی سمجھانے کی کوشش کی کہ ہماری جماعت حدیث فئہ باغیہ کے مطابق باغی بنی ہے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ مجتہد تھے اور اجتہاد میں اپنے آپ کو صدقِ دِل سے حق پر سمجھ رہے تھے، اِس لیے تاویل اختیار فرمائی اور اُن کو الزامی جواب دیتے ہوئے فرمایا: عمار کو ہم نے قتل کیا ہے؟ نہیں! حضرت علی اور اُن کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے کہ ہمارے نیزوں کے سامنے لے آئے، تو جو لے آئے وہی قاتل ہیں، اگلی روایت میں اِس کی تفصیل آرہی ہے۔

(۹)......حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ:

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی سمجھا کہ جس جماعت کے ہاتھوں حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے وہ غلطی پر ہے، چنانچہ محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”لما قتل عمار بن یاسر، دخل عمرو بن حزم علی عمرو بن العاص فقال: قُتِل عمار، وقد قال رسول الله ﷺ: تقتله الفئة الباغیة. فقام عمرو بن العاص فزعاً یرجع حتی دخل علٰی معاویة، فقال لهٗ معاویة: ما شانک؟ قال: قُتِل عمار، فقال معاویة: قد قُتِل عمار، فماذا؟ قال عمرو: سمعتُ رسول الله ﷺ یقول: تقتله الفئة الباغیة. فقال لهٗ معاویة: دحضت فی بولک، أنحن قتلناه؟ إنما قتله علیّ وأصحابهٗ، جاء وا بهٖ حتی ألقوه بین رماحِنا أوقال: بین سیوفنا.[مجمع الزوائد ۷/۴۸۵، ۴۸۶، ح:۱۲۰۰۴۹]

''جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ: حضرت عمار رضی اللہ عنہ قتل ہوگئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا تھا کہ: اُس کو باغی جماعت قتل کرے گی۔(تو فرمانِ نبوی کی روشنی میں ہماری جماعت باغی ہوئی) تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ گھبرا کر واپسی کا ارادہ کرتے ہوئے اُٹھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو گئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ فرمایا: عمار مارے گئے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمار مارے گئے ہیں تو کیا ہوا؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی۔تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اپنے پیشاب میں پھسلے، کیا ہم نے اُس کو قتل کیا ہے؟ حضرت علی اور اُن کے ساتھیوں نے اس کو قتل کیا، اُنہوں نے ہی لا کر اُسے ہمارے نیزوں یا تلواروں کے سامنے ڈال دیا۔''

علامہ عبدالرؤوف مناوی رحمہ اللہ وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب اُن کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اِس تاویل کا علم ہوا تو اُنہوں نے اِس تاویل کو نا قابل قبول قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ: پھر تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل رسول اللہ ﷺ ہوئے کہ آپ ﷺ اُن کو جہاد میں لے گئے۔ [فیض القدیر:۶/۴۷۷]

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت عمرو بن حزم اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اپنی جماعت کو غلطی پر سمجھ لیا، اور یہ کہ وہ حدیث **فئه باغيه** کا مصداق بن رہے ہیں، اگرچہ اکابرینِ جماعت نے اِس حدیث کی تاویل فرمائی۔لیکن وہ اس تاویل سے مطمئن نہ ہوئے۔

یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت میں شامل ہونے والے اِن جیسے حضرات نے اپنی جماعت کی غلطی سمجھی اور گویا اپنی شرکت پر نادم ہوئے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے حضرات میں سے کسی ایک نے بھی دورانِ جنگ یا بعد یہ نہیں کہا کہ: ''ہم خطا پر تھے۔'' اور نہ ہی کوئی اس لڑائی میں اپنی شرکت پر نادم ہوا۔

اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کی جماعت کے بارے میں کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی یا امام مجتہد نے ایسا کوئی تبصرہ نہیں کیا کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ اُن حضرات سے خطائے اجتہادی ہوئی، اور مقابل گروہ حق پر تھا۔ بلکہ اِس قسم کے تبصرے صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کی جماعت کے متعلق کیے گئے، کیونکہ احادیث طیبہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و اعمال سے یہی ظاہر ہے۔

تابعین تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کی رائے:

(ا)......حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی رائے:

اُن سے متعلق علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قيل لإبراهيم النخعي مَن كان أفضل علقمة أو الأسود؟ فقال: علقمة؛ لأنه شهد صفين وخضب سيفه بها. [عمدة القاری: ۲۸۶/۲۴، کتاب الفتن]

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا علقمہ واسود میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا: علقمہ افضل ہے کیوں کہ وہ جنگ صفین میں شامل ہوئے اور اپنی تلوار خون سے رنگین کی۔

حضرت علقمہ رحمہ اللہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت میں شامل تھے، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اُن کی شمولیت کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرات سے لڑنے کو سراہ رہے ہیں، جس کا مطلب سوائے اِس کے اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کی رائے کو درست سمجھتے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کی جماعت کو خطائے اجتہادی پر مانتے ہیں۔

(۲)......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے:

حضرت حسن بن زیاد رحمہ اللہ سے نقل ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ماقاتل أحد عليًا إلا وعليّ أولى بالحق منه. [بغية الطلب في تاريخ حلب :۲۹۱/۱] جس نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس کی بنسبت حق کے زیادہ قریب تھے۔

سالم بن ابی سالم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ اہل شام ہم سے کیوں بغض رکھتے ہیں؟ عرض کیا: نہیں معلوم، فرمایا: **لأنا لو حضرنا صفين كنا مع عليّ على معاوية. [بغية الطلب :۲۹۱/۱]** اس لیے کہ (ہم کہتے ہیں کہ) اگر ہم جنگ صفین میں موجود ہوتے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتے۔

علامہ ابوالشکور سالمی رحمہ اللہ نے یہ قول اِن الفاظ میں نقل کیا ہے:

لأنا نعتقد بأنا لو كنا حضورا لكنا نعين عليًا على معاوية، ونقاتل معاوية لأجل علي رضي الله عنهما. [التمهيد:۱۸۲،۱۸۳]

اس لیے کہ ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر ہم موجود ہوتے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کرتے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑتے۔

لاریب اس فرمان کا مطلب یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطاء ہوگئی، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی۔

(۳)......حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کی رائے:

علی بن قادم حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا:

ما قتل علیّ احداً إلا كان أولیٰ بالحق منه.[بغية الطلب: ۱۹۱/۱،حلية الاولياء: ۳۱/۷] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس سے بھی لڑائی کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس کی بنسبت حق کے زیادہ قریب تھے۔

(۶/۵/۴)......امام شافعی و مالک واوزاعی وغیرہم رحمہ اللہ کی رائے:

امام عبدالقاہر جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أجمع فقهاء الحجاز والعراق من فريقی الحديث والرائے منهم مالك والشافعی وأبوحنيفة والأوزاعی والجمهور الأعظم من المتكلمين والمسلمين أن عليا مصيب فی قتاله لأهل صفين كماهومصيب فی أهل الجمل، وإن الذين قاتلوه كانوا بغاة ظالمون.[فيض القدير: ۴۷۷/۶] حجاز اور عراق کے فقہاء اور محدثین جن میں سے امام مالک وشافعی وابوحنیفہ واوزاعی ہیں اور جمہور متکلمین مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کا اِس پر اجماع ہے کہ جنگ صفین وجنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی، اور جنہوں نے اُن سے لڑائی کی وہ (صورۃً) باغی اور قصور کرنے والے تھے۔

امام محمد بن اسحاق ابن خزیمہ رحمہ اللہ (متوفی: ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

فنشهد أن كل من نازع أمير المؤمنين علی بن أبی طالب فی خلافته فهوباغ، علی هٰذا عهدت مشائخنا، و به قال ابن ادريس رضی الله عنه.[العواصم والقواصم فی الذب عن سنة ابی القاسم: ۲۰/۸] ہم گواہی دیتے ہیں کہ جس نے بھی امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اُن سے لڑائی کی ہے وہ باغی ہے، اسی پر میں نے اپنے مشائخ کو پایا ہے اور امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

والمنصوص عن أحمد وائمة السلف أنه لايذم أحدمنهم، وأن عليا أولٰی بالحق من غيره.[منهاج السنة: ۵۳۸/۱] امام احمد اور ائمہ اسلاف رحمہم اللہ سے صراحت کے ساتھ نقل ہے کہ اِن لڑائیوں میں شامل کسی صحابی کی برائی نہ کی جائے، اور یہ بھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دوسروں کی بنسبت حق کے زیادہ قریب تھے۔

اِس سے ظاہر ہوا کہ ائمہ اربعہ اور اُن کے مذہب کے پیروفقہاء رحمہم اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کو درست کہتے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطاء مانتے ہیں۔

جبکہ قاضی طاہر علی صاحب بغیر حوالہ دیئے لکھتے ہیں کہ:

''ائمہ اربعہ کے مذہب سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس معاملہ میں سکوت وتوقف ہی کے قائل تھے۔'' [سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین:۱۳۱]

اِس بحث سے واضح ہوگیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین تبع تابعین میں سے بہت سے حضرات اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی رائے یہی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق یعنی درست رائے پر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خطاء اجتہادی کرنے والے تھے۔

حدیث فئہ باغیہ اور اکابرین امت کا فہم:

محترم عرفان الحق صاحب کی غلط فہمیاں ذکر سے پہلے یہ عرض کرنا مناسب ہوگا کہ قاضی طاہر علی صاحب نے حدیث فئہ باغیہ کی کوئی توجیہات کی ہیں جو اُن کی کتاب ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کا تجزیہ'' میں تحریر ہیں، مگر یہ کتاب ہمارے سامنے نہیں، اِس لیے اُن کی توجیہات کا علم نہیں ہوسکا، وہ اِس حدیث (اور صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین اور اکابر امت کے متفقہ فیصلے) کے باوجود بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطائے اجتہادی کے نہ صرف منکر ہیں بلکہ اسے گستاخی اور توہین قرار دیتے ہیں تو وہ جانیں اور اُن کی توجیہات۔ ہم تو اس بات کے مکلّف ہیں کہ جمہور صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور اکابر امت پر اعتماد کریں اور اُن کے علم وتقویٰ اور فہم و دیانت کو اپنے سے فائق سمجھیں۔ اِس لیے ہم اِس حدیث اور اِس قسم کی دیگر احادیث کے بارے میں اسلافِ امت کے چند اقوال درج کرتے ہیں، جن سے واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی مشاجرات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر اور اُن کے مخالفین خطائے اجتہادی پر تھے۔ قاضی صاحب اگر صحابہ کرام سمیت جمہور امت کی اتباع میں اپنی توہین وتحقیر سمجھتے ہیں یا اپنی ذات اور اپنے دو چار حواریوں کے مقابلے میں پوری امت کو گمراہ سمجھتے ہیں تو وہ مختار ہیں، جو چاہیں لکھیں۔ ہم اکابر امت کا ہی نظریہ پیش کریں گے۔

(۱)......علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں

فقد صح عن النبی ﷺ أنه أنذر بخارجة تخرج من طائفتين من أمة يقتلها اولى الطائفتين بالحق، فكان قاتل تلك الطائفة علی رضی الله عنه فهو صاحب الحق بلاشک، وكذلک أنذر عليه السلام بأنّ عمارا تقتله الفئة الباغية. فصح أن عليًّا هو صاحب الحق .....وأن من نازعة فيها فمعاوية رحمه الله مخطیء مأجور مرة لأنه مجتهد. [الفصل:۷۳/۴] نبی کریم ﷺ سے یہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے خوارج کے نکلنے سے ڈرایا جو امت کی دو جماعتوں میں سے نکلے، اور فرمایا اُن کو وہ جماعت قتل کرے گی جو دو جماعتوں میں سے حق کے زیادہ قریب ہوگی، اور خوارج کے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں تو وہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) بلاشبہ

حق پر ہوئے۔ایسے ہی آپ ﷺ نے ڈرایا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی جماعت قتل کرے گی تو یہ (بھی) صحیح طور پر ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور اُن سے لڑنے والے خطاء کرنے والے تھے، لہٰذا حضرت معاویہ خطاء کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن پر رحم کرے،البتہ اُن کو ایک اجر (ضرور) ملے گا کیوں کہ مجتہد ہیں۔

(۲)......علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی:۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وذهب جمهور أهل السنّة إلى تصويب من قاتل مع على لامتثال قوله تعالى: "وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا۔"[الاية] ففيها الأمر بقتال الفئة الباغية، وقدثبت (أنّ) من قاتل عليّا كانو ابغاة. الخ [فتح البارى: ۴۵۰/۱۴]

جمہور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دے کر مخالفین سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (**وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا[الاية]**) کی تعمیل کے لیے لڑائی کی ان کی رائے درست ہے۔کیوں کہ اس آیت میں باغی جماعت سے لڑنے کا حکم ہے،اور یہ بات ثابت ہے کہ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی وہ (صورۃً) باغی تھے تو (ثابت ہوا کہ حضرت علی وغیرہ کی رائے درست تھی) اور مقابلین سے خطاء اجتہادی ہوئی۔

(۳)......علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولفظ مسلم قال النبى ﷺ لعمّار تقتلك الفئة الباغية ....وكان هو مع علىّ بصفين، وهو صريح فى أنّ الخليفة بحق هو على رضى الله عنه، وأنّ معاوية مخطىء فى اجتهاده، كما فى حديث إذا اختلف النّاس كان ابن سميّة مع الحق وابن سميّة هو عمار رضى الله عنه كان مع علىّ. [نسيم الرياض :۱۶۶/۳] مسلم شریف کے لفظ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔۔۔اور وہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔یہ حدیث اس بات میں صریح ہے کہ خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خطاء اجتہادی کرنے والے تھے،جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب لوگ اختلاف کریں گے تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ حق کے ساتھ ہوں گے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

(۴)......امام محی الدین یحییٰ بن شرف نووی رحمہ اللہ (متوفی:۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

وفيه حجة لأهل السنة أنّ عليًّا كان مصيبًا فى قتاله، والآخرون بغاة.[شرح مسلم، ح:۱۰۶۵] اس حدیث میں اہل سنت کے لیے اِس بارے میں حجت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

اپنی لڑائیوں میں درست رائے پر تھے اور مقابل حضرات (صورۃً) باغی تھے۔

دیکھیں! اِن حضرات اکابر نے اس قسم کی احادیث سے وہی سمجھا جو ہم نے عرض کیا کہ یہ حدیثیں دلیل ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطاء ہوگئی۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

اِس بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ کیا ہے؟

اَب رہی یہ بات کہ اِس بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کا اصل مسلک کیا ہے؟ عرفان الحق صاحب اور قاضی طاہر علی صاحب جو نظریہ پیش کرتے ہیں وہ تو یہ ہے کہ: ”دونوں جماعتوں کو صواب (درست رائے) پر سمجھا جائے، کسی ایک کی طرف بھی خطا کی نسبت نہ کی جائے۔“ نیز یہ بھی کہ: ”اِس بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت کرنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو درست رائے پر ماننا شیعہ کا نظریہ ہے۔“ حالانکہ یہ نظریہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر جمہور ائمہ اہل سنت کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے۔ اِس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اِس بارے میں اسلاف اہل سنت کی تصریحات بھی نقل کر دی جائیں۔ تاکہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت کو 'تشیع' اور اس کے قائلین کو ”اہل تشیع“ قرار دینے کی حقیقت کھل سکے۔

قرآن وسنت اور خود صحابہ کرام کی پیروی میں اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلکِ اعتدال یہ ہے کہ وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بے حد احترام کرتے ہیں، بلاتفریق ہر ہر صحابی کو ہادی، مہدی، ہر قسم کی تنقید سے بالاتر اور قطعی جنتی مانتے ہیں، لیکن کسی صحابی سے اجتہادی خطاء ہو جائے تو ادب واحترام کے ساتھ اُس خطاء اجتہادی کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور خطاء اجتہادی ماننے کو تنقید، بے ادبی یا گستاخی قرار نہیں دیتے۔

(۱)......چنانچہ حضرت امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

ومذهب أهل السنة والحق إحسان الظن بهم والإمساک عما شجر بينهم وتاويل قتالهم، وأنهم مجتهدون متأولون لم يقصدوا معصية ولا محض الدنيا، بل اعتقد كل فريق أنه المحق ومخالفه باغ، فوجب عليه قتالهٔ ليرجع إلى امر الله، وكان بعضهم مصيبًا و بعضهم مخطئًا معذورًا فى الخطاء، لأنه باجتهاد المجتهد، والمجتهد إذا أخطأ لا إثم عليه، وكان على رضى الله عنه هو المحق المصيب فى ذلک الحروب. هٰذا مذهب أهل السنة. [شرح مسلم: ۲/۳۹۰] اور اہل سنت اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن ظن کریں گے اور جو لڑائیاں ہوئیں اُن میں بحث نہ کریں گے، اور ان کی لڑائیوں کی تاویل کریں گے اور یہ کہ وہ حضرات تاویل کرتے ہوئے اجتہاد کرنے والے تھے انہوں نے گناہ کا اور محض دنیا کا

ارادہ نہیں کیا تھا، بلکہ ہر گروہ نے سمجھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف باغی ہے اس لیے اُس پر لڑنا لازم ہے، تا کہ دوسرا اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے، اور ان میں بعض درست رائے والے اور بعض خطاء پر تھے مگر خطاء میں معذور تھے، کیوں کہ یہ خطاء مجتہد کے اجتہاد سے تھی، اور مجتہد جب خطاء کرلے تو اس پر گناہ نہیں ہوتا، اور ان لڑائیوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی حق پر اور درست رائے پر تھے یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

قاضی طاہر علی صاحب وغیرہ نے حسبِ عادت وحسبِ معمول اِمام نووی رحمہ اللہ کی بھی آدھی عبارت پیش کی ہے اور آدھی چھپالی ہے، ہم نے پوری عبارت نقل کی ہے، اِس میں جہاں اہل سنت کا یہ مذہب بیان ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن وتشنیع نہ کی جائے اور اُن کی لڑائیوں کو بحث ومباحثہ میں نہ لایا جائے، وہاں یہ بھی اہل سنت کا مذہب بیان ہوا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے درست اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطاء ہوئی ہے جس پر اُنہیں گناہ نہیں ہوگا بلکہ اجر ہی ملے گا۔

(۲)......علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وذهب جمهور أهل السنة إلى تصويب من قاتل مع علي لامتثال قوله تعالى: "وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا" ففيها الأمر بقتال الفئة الباغية، وقد ثبت من قاتل عليًا كانوا بغاة، وهؤلاء مع هٰذا التصويب متفقون على أنه لايذم واحد من هؤلاء، بل يقولون اجتهدوا فاخطأوا، وذهب طائفة قليلة من أهل السنة وهو قول كثير من المعتزلة إلى أن كلا من الطائفتين مصيب، وطائفة إلى أن المصيب طائفة لابعينها.[فتح الباری: ۱۴/ ۴۵۰ كتاب الفتن تحت حديث ۷۱۰۹]

جمہور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم درست رائے پر تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر (مخالفین سے) لڑائی کی اللہ تعالی کے اس فرمان کی تعمیل میں **وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا**، کہ اس آیت میں باغی جماعت سے لڑنے کا حکم ہے، اور تحقیق ثابت ہے کہ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی وہ (صورۃً) باغی تھے، اہل سنت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گروہ کو حق پر سمجھتے ہوئے اس پر متفق ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی برا نہ کہا جائے گا، بلکہ اہل سنت کہتے ہیں کہ: (مخالفین نے) اجتہاد کر کے خطاء کی، اور ایک قلیل گروہ اہل سنت کا اِس بات کی طرف بھی گیا ہے اور یہی بہت سے معتزلہ کا قول ہے کہ وہ دونوں گروہ درست رائے پر تھے، اور ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ دو میں سے ایک گروہ درست رائے پر ہے جو معین نہیں ہے۔

یہ وہی علامہ ابن حجر رحمہ اللہ ہیں جن کی تہذیب التہذیب وغیرہ کی عبارت سے قاضی طاہر علی صاحب اور عرفان الحق صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرات کی طرف خطاء کی نسبت کرنا شیعہ کا نظریہ ہے۔'' حالانکہ قارئین دیکھ چکے ہیں کہ وہ فرما رہے ہیں کہ:

یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ اَب یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ: علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی باتوں میں تضاد ہے، یا یہ کہ: یہاں ابن حجر رحمہ اللہ سے غلط بیانی ہوئی، یا یہ کہ: وہ یہاں خود شیعہ بن گئے ہیں، یا پھر یہ کہ: دونوں عبارتیں درست ہیں جن کا نتیجہ یہ کہ اس بارے میں شیعہ اور اہل سنت متفق ہیں کہ حضرت معاویہؓ سے خطاء ہوئی ہے، فرق یہ ہے کہ شیعہ اِس کو گناہ اور قابل سزا سمجھتے ہیں اور اہل سنت خطاء اجتہادی اور قابل اجر سمجھتے ہیں۔

(۳)......امام ابو منصور رحمہ اللہ اہل سنت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقال الإمام أبو منصور فی کتاب الفرق فی بیان عقیدة أهل السنة أجمعوا أن علیًا مصیب فی قتالہٖ أهل الجمل طلحة و الزبیر و عائشة بالبصرة، وأهل صفین معاویة و عسکرهٗ. [فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۶/۴۷۷، شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة: ۱۰/۱۳۵، ۱۵۴]

کہ اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں حضرت طلحہ وزبیر وعائشہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے اور جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر سے لڑنے میں صحیح رائے پر تھے۔

لیجیے! امام ابو منصور صراحتاً فرما رہے ہیں کہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطاء اجتہادی ہوئی ہے۔ اس دعویٰ اجماع میں امام ابو منصور تنہا نہیں بلکہ آئندہ سطور سے واضح ہوگا کہ دیگر اکابر نے بھی اس پر اجماع کی صراحت کی ہے۔

(۴)......علامہ ابو الشکور السالمی رحمہ اللہ تفصیل سے بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال أهل السنة و الجماعة بأن معاویة ومن تابعه من الصحابة فی حال حیوة علیّ رضی اللہ عنه کانوا مخطئین فی دعوی الامارة و البیعة معهٗ باغین بالمقابلة مع علی، و إنما قلنا أنهم کانوا مخطئین؛ لأنهم اجتهدوا فی محل الاجتهاد لا فی وقت الاجتهاد؛ لأن معاویة کان أهلاً للخلافة بعد علی، ولو لم یسبق خلافة علی لکانت تصح خلافتهٗ فی ذلک الوقت؛ لانه کان من قریش، وقد قال النبی ﷺ لمعاویة حین دخل علیه: إذا ولیتَ أمر هٰذه الأمة فارفق بهم! فوقع عند معاویة أنه مستحق للخلافة، فلهٰذا ادعیٰ وقد کان أصاب من وجهٍ؛ لأنه کان أهلاً لها، وأخطأ من وجهٍ؛ لأن الخلافة و البیعة لعلی قد سبق، وعلی کان أفضل منه وأحق منه للخلافة، فلا یجوز له الخلافة فی ذلک الوقت. و إنما کان وقته وقت سائر الناس من القریش بعد علی. وقولنا: إنه کان باغیًا فیما حارب علیًا؛ لأن اللہ تعالی قال: ”وإن طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما، فان بغت احداهما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ.“ فاللہ تعالی سمی احداهما باغیًا، ومن لم یکن علی الحق فإنه یکون باغیًا، والدلیل علی أنه کان باغیًا، ان القاضی الجلیل بن احمد السنجری السمرقندی روی عن النبی ﷺ أنه قال لعمار: تقتلک الفئة الباغیة! وقد قتله جند معاویة، فالنبی علیه السلام سماهم باغیة. [التمهید: ۱۸۲، ۱۸۳]

اہل السنۃ والجماعۃ فرماتے ہیں کہ: حضرت معاویہ اور ان کے پیروکار صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں حکومت اور بیعت کے دعوی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں خطاء کرنے والے تھے، ہم خطاء کرنے والا اس لیے کہہ رہے ہیں کہ وہ اجتہاد تو محل اجتہاد میں کر رہے تھے، لیکن اجتہاد کے وقت میں اجتہاد نہیں کر رہے تھے (اجتہاد بے وقت تھا) کیوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کے اہل تھے، اگر پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت نہ ہوتی تو اُس وقت ان کی خلافت صحیح ہوتی، کیوں کہ وہ قریش میں سے تھے، اور نبی کریم ﷺ کے پاس جب ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: جب تجھے امت کی حکومت ملے تو ان سے نرمی برتنا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں آ گیا کہ وہ مستحق خلافت ہیں، اِس لیے دعوی کیا، اور ایک طرح تو درست سوچا کہ خلافت کے اہل تھے، مگر دوسرے پہلو سے خطاء کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت وخلافت پہلے ہو چکی تھی، اور وہ اُن سے افضل بھی تھے، تو اُس وقت ان کے لیے خلافت درست نہ تھی، بلکہ ان کا وقت دوسرے لوگوں کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد تھا۔ اور ہم نے جو کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی میں (صورۃً) باغی تھے تو اس لیے کہ اللہ تعالی نے مذکورہ آیت میں ایک گروہ کو باغی کہا ہے ور جو حق پر نہ ہوگا وہی باغی ہوگا، پھر اس کی دلیل کہ وہ باغی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تجھے باغی گروہ قتل کرے گا اور اس کو تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے قتل کیا، تو (گویا) آپ ﷺ نے ان کا نام باغی رکھا۔ (اگر چہ یہ بغاوت صورتاً تھی حقیقتاً نہیں تھی۔)

(۵)......علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ (متوفی سنہ ۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

والذی علیه جماعة أهل السنة والحق حسن الظن بهم والإمساک عما شجر بینهم و طلب أحسن التأویل لفعلهم، وأنهم مجتهدون غیر قاصدین للمعصیة . . . . لکن منهم المخطیء فی اجتهاده ومنهم المصیب.... وقد وقف الطبری وغیره عن تعیین المحق منهم وعندالجمهور: أن علیًا واتباعه مصیبون فی ذبهم عن الامامة وقتالهم من نازعهم فیها.[اکمال المعلم بفوائدمسلم: ۴۲۲/۸]

اہل سنت اہل حق اس پر ہیں کہ صحابہ کے ساتھ اچھا گمان ہو اُن کی لڑائیوں کی بحث سے رُکنا چاہیئے اور اُن کے کام کی اچھی تاویل کی جائے، اور یہ کہ وہ مجتہد تھے، گناہ کا ارادہ کرنے والے نہ تھے۔۔۔ لیکن کوئی اجتہاد میں خطاء کرنے والا تھا اور کوئی درست رائے والا تھا،۔۔۔ طبری وغیرہ نے درست رائے والے کی تعیین سے توقف کیا ہے، لیکن جمہور کے نزدیک حضرت علی اور اُن کے ساتھ والے امامت کے دفاع میں اور جنہوں نے اُن سے لڑائی کی اُس میں درست رائے رکھنے والے تھے۔

ملاحظہ کریں کہ امام قاضی عیاض رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والی

لڑائیوں میں بحث نہ کرنی چاہیئے، ساتھ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ درست رائے پر تھے، یعنی مقابل حضرات سے خطاء اجتہادی ہوئی ہے۔

(۶)......علامہ محمد بن احمد سفارینی حنبلی فرماتے ہیں:

وقد اتفق أهل الحق أن المصيب فى تلك الحروب و التنازع أمير المؤمنين على رضوان الله عليه من غير شك و لا تدافع [**لوامع الأنوار الالٰهيه**:۳۸۶/۲،۳۸۷]

اہل حق اس پر متفق ہیں کہ ان لڑائیوں میں درست رائے والے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اِس میں کوئی شک نہیں، نہ اشکال ہے۔

دیکھیے! علامہ سفارینی بھی اتفاق یعنی اجماع نقل کر رہے ہیں۔

(۷)......علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأهل السنّة إلا من شذ يقولون: إن عليا كرّم الله تعالى وجهه فى كل ذلك على الحق لم يفترق عنه قيد شبر، و ان مقاتليه فى الوقعتين مخطئون باغون. [**الأجوبة العراقية على الأسئلة اللاهورية** :۳۸] سوائے شذوذ اختیار کرنے والوں کے سب اہل سنت اس کے قائل ہیں کہ اِن سب لڑائیوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے، بالشت برابر بھی حق سے جدا نہ ہوئے، اور جنگ جمل وصفین میں اُن سے لڑنے والے خطاء کرنے والے (صورۃً) باغی ہیں۔

دیکھیں علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرما رہے ہیں سب اہل سنت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کو درست مانتے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطاء اجتہادی کے قائل ہیں، اور اہل سنت میں سے جو اس کے قائل نہیں اُن کا قول شاذ ہے، وہ شذوذ اختیار کرنے والے ہیں۔

(۹)......امام محمد بن احمد انصاری خزرجی قرطبی (متوفی:۶۷۱ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فتقرر عند علماء المسلمين وثبت بدليل الدين أنّ عليًّا رضى الله عنه كان إمامًا، وأنّ كلّ من خرج عليه باغ. [**تفسير القرطبى**: ۳۱۸/۱۶] علماء مسلمین کے نزدیک یہ بات یقینی ہے اور دینی دلیل سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام حق تھے، اور جو بھی اُن کے مقابلے میں نکلے باغی تھے۔ (کوئی صورۃً باغی تھے یعنی صحابہ کرام و دیگر مسلمان، اور کوئی حقیقۃً باغی تھے یعنی خوارج)۔

(۹) علامہ محمد طاہر بن محمد تونسی (متوفی:۱۳۹۳ھ) فرماتے ہیں:

وقد اعترف الجميع بأنّ معاوية وأصحابه كانوا مدافعين عن نظر اجتهادى مخطىء. [**التحرير و التنوير** :۲۴۱/۲۶] سب علماء نے اس کو مانا ہے کہ حضرت معاویہ اور اُن کے ساتھی رضی اللہ عنہم اجتہاد میں خطاء اجتہادی سے مدافعت کرنے والے تھے۔

(۱۰)......علامہ حافظ ابن احمد بن علی الحکمی رحمہ اللہ (متوفی: ۱۳۷۷ھ) فرماتے ہیں:

قال ﷺ :تمرق مارقة علی حین فرقة من الناس یقتلهم أولی الطائفتین بالحق، فمرقت الخوارج، فقتلهم علی رضی الله عنه یوم النهر، وان وهو الأولی بالحق بإجماع أهل السنة قاطبة.[اعلام السنة المنشورة لاعتقاد الطائفة الناجیة المنصورة:۱۳۴]

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے اختلاف کے وقت ایک جماعت نکلے گی اُن کو وہ قتل کریں گے جو حق کے زیادہ قریب ہوں گے، اور وہ خوارج تھے جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا، تو اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق کے زیادہ قریب تھے۔

دیکھئے! یہ بزرگ بھی اس پر اہل سنت کا اجماع نقل کر رہے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق کے زیادہ قریب تھے۔

(۱۱)......مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مشاجرات صحابہ میں تو جس طرح امت کا اس پر اجماع ہے کہ دونوں فریق کی تعظیم واجب اور دونوں میں سے کسی کو برا کہنا نا جائز ہے، اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ جنگ جمل میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ حق پر تھے، ان کا مقابلہ کرنے والے خطاء پر تھے، اسی طرح جنگ صفین میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ حق پر تھے اور ان کے مقابل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب خطاء پر، البتہ ان کی خطاؤں کو اجتہادی خطاء قرار دیا جو شرعاً گناہ نہیں، جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہو، بلکہ اُصول اجتہاد کے مطابق اپنی کوشش صرف کرنے کے بعد بھی اگر ان سے خطاء ہوگئی تو ایسے خطاء کرنے والے بھی ثواب سے محروم نہیں ہوتے، ایک اجر ان کو بھی ملتا ہے۔[مقام صحابہ:۷۳]

دیکھیے! حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درست رائے پر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطاء اجتہادی ہونے پر اسلاف کا اجماع نقل کر رہے ہیں۔

(۱۲)......امام اسماعیل ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی سنہ ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

کان علی و أصحابه أدنی الطائفتین إلی الحق من أصحاب معاویة، وأصحاب معاویة کانوا باغین علیهم.[معجزات النبی :۲۹۱] وهٰذا هو مذهب أهل السنة والجماعة أن علیًا هو المصیب، وإن کان معاویة مجتهداً.[البدایة:۳۱۰/۷]

حضرت علی اور اُن کے ساتھی رضی اللہ عنہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے مقابلے میں حق کے زیادہ قریب تھے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی اِن حضرات کے مقابلے میں (صورۃً) باغی تھے، اہل السنّت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ اگرچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی درست رائے رکھتے تھے۔

دیکھیں امام ابن کثیر رحمہ اللہ اسی کو اہل سنت کا مذہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے ہی درست تھی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اُن کے مقابلہ میں خطاء اجتہادی کرنے والے ہیں۔

(۱۳)......علامہ عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ عقیلی رحمہ اللہ (متوفی: ٦٦٠ھ) فرماتے ہیں:

لاخلاف بين أهل القبلة فی أن عليًا إمام حق منذ ولی الخلافة إلى أن مات، وأن من قاتل معه كان مصيبًا، ومن قاتله كان باغيًامخطئًا إلاالخوارج.[بغية الطلب فی تاريخ حلب :۲۸۴/۱] اس بات میں سوائے خارجیوں کے اہل قبلہ (یعنی مسلمانوں) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت سنبھالنے سے وفات تک برحق امام تھے،اور جنہوں نے اُن کے ساتھ مل کر لڑائیاں کیں وہ درست رائے پر تھے،اور جن سے حضرت علیؓ لڑے وہ باغی اور خطاء کرنے والے تھے۔

دیکھیں امام عقیلی رحمہ اللہ بھی اس پر اجماع نقل کر رہے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطاء ہوئی ہے۔

(۱۳)......شیخ الاسلام امام عبدالحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس بارے میں کئی قول نقل کرتے ہیں،بعض گمراہ فرقوں کے قول بھی نقل کیے ہیں،فرماتے ہیں کہ:ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام تھے اور اُن کی رائے درست تھی،اور اُن سے لڑنے والے مجتہد مخطی تھے،یہ قول احناف و مالکیہ وشوافع وحنابلہ میں سے بہت سے حضرات کا ہے،اور ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بنسبت حق کے زیادہ قریب تھے،البتہ بہتر یہ تھا کہ دونوں حضرات لڑائی نہ کرتے،اس قول کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ جمہور اہل سنت ومحدثین اور امام مالک وسفیان ثوری واحمد وغیرہم رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔[المنتقی من منهاج الاعتدال:۶۰/۱،۶۱]

(۱۴)......علامہ ابن الوزیر محمد بن ابراہیم بن علی بن المرتضیٰ قاسمی یمنی (متوفی: ۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

وذكر القرطبی فی تذكرته والحاكم فی علوم الحديث أن القول بمقتضاه إجماع أهل السنة يعنی أن من حارب عليارضی الله عنه فهوبا غ عليه، وأنه رضی الله عنه صاحب الحق فی جميع تلك الحروب.[ايثار الحق على الخلق فی ردالخلافات: ۴۱۲]

امام قرطبی نے تذکرہ[صفحہ:۱۰۸۹] میں اور حاکم نے علوم الحدیث میں ذکر کیا کہ اہل سنت کا اجماع ہے کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی وہ باغی ہے،اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اِن سب لڑائیوں میں حق (درست رائے) پر تھے۔

امام ابن الوزیر رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں:

وفيه إشارة إلى ماصرح به غيره من إجماع الائمة الأربعة وسائرأهل السنة على

أن معاوية باغ علی علیّ رضی الله عنه لتواتر الحديث فی ذلک.
[العواصم و القواصم فی الذب عن سنة أبی القاسم:۸/۸۲]

امام غزالی کی اس عبارت میں اُس کی طرف اشارہ ہے جس کو امام غزالی کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی صراحت سے ذکر کیا کہ ائمہ اربعہ اور سب اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (صورۃً) باغی تھے کیوں کہ اِس بارے میں حدیث متواتر ہے۔

اس عبارت میں بھی اہل سنت وائمہ اربعہ کا اجماع نقل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطاء ہوئی ہے۔

(۱۵)......امام محمد بن عمر حمیری شافعی (متوفی:۹۳۰ھ) فرماتے ہیں:

أجمع الخلف من التابعين وجمهور السلف علی أن عليًا رضی الله عنه كان مجتهدا مصيبًا فله أجران ....ومخالفيه يومئذ كانوا مجتهدين مخطئين، فلهم أجر واحد. [الحسام المسلول علی منتقی أصحاب الرسول:۱۱۵]

اخلاف تابعین اور جمہور اسلاف کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجتہد مصیب تھے تو اُس کے لیے دو اجر ہیں، اور اُن کے مخالفین مجتہد مخطی تھے تو اُن کے لیے ایک اجر ہے۔

اسلاف کی ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ جمہور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی رائے درست تھی اور اُن سے لڑنے والے غلطی پر تھے، بلکہ اِسی پر اہل سنت کا اجماع ہوگیا ہے۔ ائمہ اربعہ اور اُن کے مقلدین اسی کے قائل ہیں، اور اِس اجماع کے خلاف رائے شاذ اور اُس پر چلنے والے شذوذ اختیار کرنے والے اور قلیل ہیں اُن کی رائے درست نہیں، مزید چند عبارات ذکر کر کے ہم اگلی بحث کرتے ہیں۔

امام جمال الدین احمد بن محمد بن سعید غزنوی حنفی (متوفی:۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

وعلی رضی الله عنه كان مصيبًا فی جميع ماعمل من خروجه وصلحه وغيرهما دار الحق حيث دار كرم الله وجهه. [أصول الدين :۲۹۲،۲۹۳] جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا جنگ کے لیے نکلنا اور صلح کرنا وغیرہ ان سب میں وہ درست رائے رکھتے تھے، حق ادھر کو گھوما جدھر کو وہ گھومے۔ رضی اللہ عنہ

امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف ابوالمعالی (متوفی:۴۷۸ھ) فرماتے ہیں:

ومعاوية وإن قاتل عليًا، فإنه لاينكر إمامته ولايدعيها لنفسه، وإنما كان يطلب قتلة عثمان رضی الله عنه ظانا أنه مصيب، وكان مخطئًا، وعلی رضی الله عنه وعنهم (مصيب) و متمسک بالحق.[لمع الأدلة فی قواعدعقائد أهل السنة والجماعة: ۱۲۹]

اگرچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی ہے لیکن وہ نہ اُن کی خلافت کے

انکاری تھے، نہ اپنے لیے خلافت کا دعوی تھا، بس وہ تو قاتلین عثمان مانگتے تھے۔ رضی اللہ عنہ، اُن کا خیال تھا کہ وہ درست رائے پر ہیں حالانکہ وہ خطاء کرنے والے تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ درست رائے پر اور حق کو تھامنے والے تھے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ونقول هم طائفة من المؤمنين بغت على الإمام علي، وذلك بنص قول المصطفى صلوات الله عليه لعمار تقتلك الفئة الباغية، فنسأل الله أن يرضى عن الجميع، وألا يجعلنا ممن في قلبه غل للمؤمنين، ولا نرتاب أن عليًا أفضل ممن حاربه، وأنه أولى بالحق رضي الله عنه. [**سير اعلام النبلاء**: ۱/۴۲] ہم کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ وغیرہم رضی اللہ عنہم مسلمانوں کی جماعت ہیں جنھوں نے امام کے خلاف بغاوت کر لی، اور باغی ہونا نبی کریم ﷺ کے فرمان سے ثابت ہے جو آپ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ: ''تجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔'' ہم اللہ تعالی سے درخواست کرتے ہیں کہ اُن سے راضی ہو اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کا کینہ نہ ڈالے۔ اور اِس میں ہمیں شک نہیں (یقین ہے) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اُن لڑنے والوں سے افضل اور حق کے زیادہ قریب تھے۔

علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والصحابة الأربعة مجتهدون في الحرب مخطئون فيه وعلي رضي الله عنه مصيب. [**الناهية**: ۲۷] چاروں صحابہ (حضرت طلحہ وزبیر وام المؤمنین عائشہ ومعاویہ رضی اللہ عنہم) اِن جنگوں میں خطاء اجتہادی کرنے والے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ درست اجتہاد کرنے والے ہیں۔

اَب ہم قاضی طاہر علی صاحب اور عرفان الحق صاحب سے پوچھتے ہیں کہ: کیا یہ سب ائمہ اسلام شیعہ ہیں یا اِن سب کو غلط فہمی ہوئی اور انجانے میں شیعہ عقیدے کو اپنا عقیدہ بنالیا بلکہ اُسی کو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ بتایا!؟ یا جناب جی نے جو سمجھا درست سمجھا؟ **فاعتبروا يا أولي الأبصار.**

عرفان الحق وغیرہ کی غلط فہمیاں:

عرفان الحق صاحب کو کئی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے۔

۱......غلط فہمی کی پہلی وجہ: حدیث **فئتین عظیمتین**۔

۲......غلط فہمی کی دوسری وجہ: متقدمین کے نزدیک شیعہ کی اصطلاح کا مفہوم۔

کیا حدیث فئتین عظیمتین میں دونوں جماعتوں کے مخطیء ہونے کی نفی ہے؟

عرفان الحق صاحب یہ حدیث لکھتے ہیں کہ: ''آپ ﷺ نے فرمایا میرا یہ بیٹا حسن سردار ہے اور

امید ہے کہ اللہ تعالی اس کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔(بخاری وغیرہ)''

پھر اس حدیث کے فوائد میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث کے الفاظ پر غور کیا جائے تو انتہائی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جن دو جماعتوں کے مابین صلح کا ذکر فرمایا وہ

(۱)......دونوں جماعتیں مسلمانوں کی ہیں۔(۲)......دونوں جماعتیں بڑی ہیں۔(۳)......کسی جماعت کو کسی بھی طرح دوسری جماعت پر فوقیت نہیں دی گئی۔(۴)......کسی بھی جماعت کو حق پر یا اقرب الی الحق یعنی حق کے زیادہ قریب نہیں کہا گیا۔(۵)......کسی بھی جماعت کو اجتہادی خطاء کا حامل نہیں کہا گیا۔(۶)......ہر لحاظ سے دونوں جماعتوں کو مساوی رکھا گیا۔''[نقیب ختم نبوت، اپریل ۲۰۱۷، صفحہ:۲۴]

جواب: عرفان الحق صاحب نے حدیث سے جو چھ نتائج نکالے ہیں، ان میں سے پہلے دو نتائج واقعی حدیث سے ثابت اور واضح ہیں۔ باقی چار نتائج عرفان صاحب کی اپنی ذہنی اختراع ہے۔ حدیث سے یہ نتائج ہرگز ہرگز نہیں نکلتے، کیوں کہ حدیث میں اِن باتوں کا بالکل تذکرہ نہیں ہوا نہ نفیاً نہ اثباتاً، جب کہ عرفان صاحب اُس کو حدیث سے ثابت کر رہے ہیں، یہ حدیث کے اندر تحریف معنوی کے زمرے میں آتا ہے۔

۱......عرفان صاحب نے پہلا من گھڑت نتیجہ یہ نکالا کہ: دونوں میں سے کسی کو دوسری جماعت پر فضیلت نہیں ہے۔ حالاں کہ حدیث میں فضیلت ہونے کا بھی ذکر نہیں اور فضیلت نہ ہونے کا بھی ذکر نہیں۔

۲......دوسرا خود ساختہ نتیجہ یہ نکالا کہ: کوئی ایک جماعت اقرب الی الحق نہیں۔ حالانکہ اِس حدیث میں تو اِس کا کچھ بھی ذکر نہیں ہے، مگر دوسری حدیث میں جس میں خوارج کے خروج کی پیشین گوئی ہے اِس کا ذکر ہے کہ قاتلین خوارج اقرب الحق ہوں گے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت ہے۔

مذکورہ بالا حدیث سے یہ نتیجہ نکالنا تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ: جی! سورہ بقرہ کے شروع میں متقین کی جو صفات مذکور ہیں اُن میں صحابہ پر ایمان رکھنے کا ذکر نہیں، لہٰذا متقی ہونے کے لیے صحابہ پر ایمان لانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

۳......تیسرا سینہ زور نتیجہ یہ نکالا کہ: دونوں میں سے کسی جماعت سے اجتہادی خطاء نہیں ہوئی گویا دونوں صواب (درست رائے) پر ہیں۔ حالانکہ اِس حدیث میں اِس کو چھیڑا ہی نہیں گیا، نہ ہی یہ کہا گیا کہ دونوں کی رائے درست تھی، اور کسی سے بھی غلطی نہیں ہوئی۔

جناب عرفان صاحب کا یہ غلط نتائج نکالنے سے مقصد یہی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین صحابہ کی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت نہ کی جائے۔ حالانکہ احادیث طیبہ کی روشنی میں اس پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ مشاجرات صحابہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ حق پر اور ان کے مخالفین خطائے اجتہادی پر تھے۔ اور

یہ چودہ صدیوں کے علمائے اہل سنت کا مسلک ہے، صرف آج کے مولویوں کی رائے اور اُن کا فیصلہ نہیں۔

۴......عرفان صاحب نے چوتھا بے بنیاد نتیجہ یہ نکالا کہ: دونوں جماعتیں ہر لحاظ سے مساوی ہیں یعنی دونوں صواب پر ہیں۔ حالانکہ اِس حدیث میں اِس کا اشارہ تک نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ عرفان الحق صاحب نے مذکورہ بالا حدیث سے یہ نتائج محض سینہ زوری کی بنیاد پر اخذ کیے ہیں۔ اور شرع کی رو سے ایسی حرکت حدیث کی تحریف معنوی کے زمرے میں آتی ہے، جو جرم ہے۔

کیا اَفضلیت علی کا قائل ہونا تشیع ہے؟

عرفان الحق صاحب لکھتے ہیں:

''علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اپنی تصنیف تهذيب التهذيب [۹۶/۱] میں رقم کرتے ہیں:

''فالتشيع في عرف المتقدمين هو اعتقاد تفضيل عليّ على عثمان، وأن عليًا كان مصيباً في حروبه، وأن مخالفهٔ مخطیء مع تقديم الشيخين وتفضيلهما.''

اس عبارت کا صحیح ترجمہ تو جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں' یہ ہے کہ: متقدمین کی اصطلاح میں تشیع یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگوں میں درست رائے رکھنے والے اور اُن کے مخالف خطاء کرنے والے ہیں، جب کہ ایسا آدمی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا بھی قائل ہو۔

جبکہ عرفان الحق صاحب نے حسب مزاج یہاں بھی سینہ زوری کرتے ہوئے اس کا ترجمہ وتشریح درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

''یعنی علماء متقدمین کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اعتقاد رکھنا شیعیت ہے، اور یہ کہ شیخین یعنی حضرات ابوبکر و عمر کی فضیلت کے ساتھ اس امر کا اعتقاد رکھنا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی لڑائیوں میں حق پر تھے، اور اُن کے مخالفین خطاء پر تھے۔

یعنی متقدمین علماء کرام میں سے کسی کا یہ عقیدہ نظریہ نہ تھا کہ سیدنا علی وسیدنا معاویہ کے باہمی اختلاف میں سیدنا علی حق پر یا اقرب الی الحق اور سیدنا معاویہ راہ خطاء پر تھے بلکہ یہ عقیدہ نظریہ تو اہل تشیع کا ہے۔'' [نقیب ختم نبوت، اپریل ۲۰۱۷ء، صفحہ: ۲۴]

جواب: ۱)......اِس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ تشیع کس کو کہتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اس کے استعمال میں متقدمین ومتأخرین علماء میں اصطلاحی اختلاف ہے، متأخرین تشیع ''رفض محض'' کو کہتے ہیں، یعنی خالص رافضی کو 'شیعہ' کہتے ہیں۔ جبکہ متقدمین کے ہاں تشیع کی بہت سی اقسام تھیں۔ عرفان صاحب کی عبارت کا مفہوم ہمیں یہ سمجھ آیا ہے کہ ان کے نزدیک: متقدمین کے ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دینا بھی تشیع ہے۔ اور صحابہ کرام کی باہمی جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق پر

اور مخالفین کو خطاء پر قرار دینا بھی تشیع ہے۔ اور ایسا کہنے والے شیعہ ہیں۔ یا شیعی نظریہ کے حامل ہیں۔ اگر ان کی عبارت کا یہی مفہوم ہے تو ان کی یہ بات درست نہیں۔

حضرت عثمانؓ کی اَفضلیت پر اجماع سے قبل بعض اہل سنت بھی اَفضلیتِ علیؓ کے قائل تھے:

آگے چلنے سے قبل ہم یہ وضاحت کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کی باہمی مشاجرات میں تو تمام اہل سنت کا ابتداء ہی سے یہ اجماعی موقف چلا آرہا ہے کہ ان مشاجرات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر اور اُن کے مخالفین خطائے اجتہادی پر تھے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باہمی مرتبہ کے لحاظ سے ابتدا میں بہت سے اہل سنت علماء بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل تھے۔ لیکن بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ہو گیا۔

اس اجماع سے قبل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل خیال کرنے والوں کو ''علوی'' کہا جاتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھنے والوں کو ''عثمانی'' کہا جاتا تھا۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں سے چند علویوں کے نام درج ذیل ہیں، جن کے بارے میں واضح تصریح ہے کہ یہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے۔

(۱)......صحابی رسول حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ۔ یہ صحابی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر بھی فضیلت دیتے تھے۔

(۲)......ابووائل شقیق بن سلمہ اسدی، تابعی

(۳)......عبدالرحمٰن بن ابی لیلی، تابعی (متوفی ۱۸۳ھ)

(۴)......زر بن حبیش تابعی (متوفی ۱۸۱، یا ۱۸۲، یا ۱۸۳ھ)

(۵)......سفیان بن ہانی بن جبر مصری تابعی (متوفی بعد ۱۸۰ھ)

(۶)......قابوس بن ابی المخارق شیبانی کوفی، تابعی

(۷)......ابوبکر فطر بن خلیفہ قرشی مخزومی کوفی تابعی (متوفی بعد ۱۵۰ھ)

(۸)......فقیہ حضرت سفیان بن سعید بن مسروق ثوری تابعی (متوفی ۱۶۱ھ)

(۹)......فقیہ حسن بن صالح بن حی کوفی ہمدانی تابعی (۱۶۹ھ)

(۱۰)......عطیہ بن سفیان بن عبداللہ ثقفی طائفی، تابعی

(۱۱)......جعفر بن ایاس یشکری واسطی تابعی (متوفی ۱۰۵ھ یا ۱۲۶ھ)

(۱۲)......حبان بن عطیہ سلمی

(۱۳)......زبید بن الحارث بن عبدالکریم یامی کوفی (متوفی ۱۲۲ھ یا بعد)

(۱۴)......عبثر بن قاسم زبیدی کوفی (متوفی ۱۷۹ھ)

(۱۵)......عبید بن سلمہ ابن ام کلاب لیثی

(۱۶)......اکدر بن حمام بن عامر نخعی

(۱۷)......ابوبکر بن عیاش بن سالم اسدی کوفی (۱۹۴ھ)

(۱۸)......وکیع بن الجراح بن ملیح کوفی (متوفی ۱۹۶ھ و ۱۹۷ھ)

یہ سب حضرات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قولہ وکان علویًا أی یقدم علیًا فی الفضل علٰی عثمان وھومذھب مشھور لجماعۃ من أھل السنّۃ بالکوفۃ.'' [فتح الباری:۶/۱۹۱] حبان بن عطیہ علوی ہے یعنی فضیلت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑھاتا ہے، کوفہ میں اہل سنت کی ایک جماعت کا یہی مشہور مذہب ہے۔

لیجیے! متقدمین میں جس نظریے کو عرفان الحق صاحب نے ''تشیع'' اور جس کے حاملین کو ''شیعہ'' قرار دیا وہی نظریہ وعقیدہ اِن متقدمین اور کوفہ کے اہل سنت کی ایک جماعت کا ہے، اگر یہ عقیدہ شیعیت محضہ ہے تو مذکورہ اسلاف اور کوفہ کی یہ جماعت اہل سنت کیسے قرار پائی؟

شیخ سعود بن عبدالعزیز الخلف ایک عربی عالم ہیں وہ فرماتے ہیں:

''إن مراتبھم فی الفضل کمراتبھم فی الخلافۃ. فأعلاھم مکانۃ أبوبکر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم علی رضوان اللہ علیھم أجمعین. وھذا قول الجمھور، وقد کان بعض أھل السنۃ یقدم علیًا علٰی عثمان رضی اللہ عنھما وھم أھل الکوفۃ، إلا أن أھل السنۃ بعدھم أجمعوا علی أنّ ترتیب الصحابۃ فی الفضل کترتیبھم فی الخلافۃ، أبوبکر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم علی.''[أصول مسائل العقیدۃ عندالسلف وعندالمبتدعۃ:۲/۱۰۷]

صحابہ میں فضیلت کے درجات خلافت کی ترتیب پر ہیں، لہٰذا سب سے بلند مرتبہ ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی ہیں۔رضی اللہ عنہم۔یہی جمہور کا قول ہے۔اور بعض اہل سنت یعنی کوفہ والے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے، مگر اُن کے بعد کے اہل سنت نے اس پر اجماع کیا کہ فضیلت کی ترتیب ایسے ہے جیسے خلافت کی ترتیب ہے کہ ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی ہیں۔رضی اللہ عنہم۔

دیکھیے! اہل سنت کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو افضل ماننے پر اجماع بعد میں ہوا، ورنہ پہلے کئی اہل سنت علماء بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل کہتے

تھے۔اس لئے متقدمین نے اُن حضرات سے متعلق کہہ دیا کہ اُن میں قدرے تشیع تھا۔لیکن اِس نظریے کی وجہ سے متقدمین میں سے کسی نے اُن کو اہل سنت سے بھی خارج قرار نہیں دیا۔لہٰذا ثابت ہوا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی عبارت کا جو مطلب عرفان الحق صاحب نے لیا ہے۔وہ بالکل غلط ہے۔

محض مشاجرات میں حضرت علیؓ کو برحق کہنے والا متقدمین کی اصطلاح میں بھی شیعہ نہیں

۲)......علامہ ابن حجر عسقلانی کی عبارت میں معطوف و معطوف علیہ موجود ہیں اور درمیان میں واؤ عطف ہے، جو معطوف و معطوف علیہ کو جمع کرنے کے لیے آتی ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ متقدمین علماء اُس کو شیعہ کہتے تھے جس میں دونوں باتیں ہوں۔اول حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل مانتا ہو۔دوم: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والوں کو خطاء پر کہتا ہو۔

پھر جب اہل سنت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے پر اجماع کرلیا تو اب کسی اہل سنت میں پہلی (افضلیتِ علیؓ والی) بات نہ رہی۔

لیکن دوسری بات پر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین صحابہ خطائے اجتہادی پر تھے، اِس پر بھی اہل سنت کا اجماع ہوگیا، اَب یہ صرف شیعہ کا نظریہ وعقیدہ نہیں رہا۔لہٰذا اِس کو محض شیعہ کا نظریہ کہنا یا اس نظریے کی بنا پر کسی کو ''شیعہ'' قرار دینا بالکل غلط اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

ناصبیوں کے نظریہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خطاء ہوئی:

قارئین سابقہ صفحات میں احادیث طیبہ، صحابہ کرام اور علمائے اہل سنت کے معتبر و مستند اور ٹھوس حوالہ جات سے اہل سنت کا یہ اجماعی موقف بخوبی جان چکے ہیں کہ ''صحابہ کرام کی باہمی مشاجرات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور اُن کے مخالفین اجتہادی خطا پر۔'' لیکن ناصبی لوگ اس کے برعکس نظریہ رکھتے ہیں، اگرچہ یہ لوگ عباسیوں جیسی ڈھٹائی تو اختیار نہیں کرسکے، لیکن ان کی تحریرات کے پس منظر میں وہی نظریہ جھلکتا صاف دکھائی دیتا ہے۔قاضی طاہر علی ہاشمی ہوں یا عرفان الحق یا اہل سنت کے مسلک پر نقب لگانے والے ان کے دیگر ہمنوا، ان کا اندازِ تحریر چیخ چیخ کر بتا رہا ہوتا ہے کہ یہ کہنا یہی چاہتے ہیں کہ ان جنگوں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غلطی ہوئی ہے۔اس غلطی کو 'سیاسی غلطی' کہا جائے یا ''مذہبی''۔ بہر حال احادیث اور صحابہ وامت کے اجماعی موقف کے برخلاف غلطی کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہی کرنا چاہتے ہیں۔اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ یہ نظریہ اہل سنت کا نہیں بلکہ ناصبیوں کا ہے۔دیکھیے [فتح الباری: ۵۴۳/۱، حدیث: ۴۴۷، عمدۃ القاری: ۲۰۹/۴، فیض القدیر: ۴۶۷/۴]

وردعلی النواصب الزاعمین أن علیًا لم یکن مصیبًا فی حروبه. حدیث فئه باغیه میں ناصبیوں پر رد ہے جو خیال کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اِن جنگوں میں درست رائے پر نہ تھے۔

قاضی طاہر علی صاحب کے نقل کردہ چند حوالے اور ان کا مقصد!

چنانچہ قاضی طاہر علی صاحب اپنی تحریرات میں اکابر اہل سنت کے متفرق حوالہ جات سے اپنا من پسند مطلب کشید کرتے ہوئے لگتا یہ ہے کہ یہی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خطا پر تھے، چنانچہ انہوں نے درج ذیل حوالے نقل کیے ہیں:

''امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ:

یہ ضروری نہیں کہ حضرت امیر (یعنی علی) تمام اجتہادی و اختلافی امور میں حق پر ہوں اور اُن کے مخالف خطاء پر۔ [مکتوبات:۲/۵۵، مکتوب نمبر ۲۶]

حضرت موصوف ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

اے برادر! اس امر میں بہتر طریق یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے اصحاب کے لڑائی جھگڑوں سے خاموش رہیں، ان کی خطاء کو زبان پر نہ لانا چاہیے، ان کے ذکر خیر کے سوا اور کچھ نہ بیان کرنا چاہیے۔

[مکتوبات امام ربانی:۲/۵۸۲]

مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ: زلت انبیاء سے بھی ہوئی، حضرت علی بھی خطاء سے مامون نہ تھے۔

[تالیفات رشیدیہ، ہدیہ الشیعہ:۵۸۴]

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خطاء کی نسبت کی جائے اور خطاء بھی محض خطا نہیں، خطائے اجتہادی (جس پر اجر ہی ملتا ہے۔) تو قاضی طاہر صاحب جیسے لوگ چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں کہ ''ایک صحابی رسول کی بہت بڑی گستاخی ہوگئی، سخت بے ادبی ہوگئی، صحابی رسول پر تنقید کے نشتر چلا دیئے گئے۔'' لیکن جب شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات آتی ہے تو قاضی صاحب خود ہی ان کی طرف خطاء اور غلطی کی نسبت کرتے چلے جاتے ہیں، اس وقت نہ ''شرفِ صحابیت'' کا خیال آتا ہے نہ ہی خطاء کی نسبت ''گستاخی'' معلوم ہوتی ہے۔ نہ مسلک سکوت پر کوئی اثر پڑتا ہے، ہم قاضی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ: کیا صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی صحابی تھے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابی نہ تھے؟ ......اور جو بات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کے بارے میں ''بہت بڑی گستاخی، بے ادبی اور تنقید'' شمار ہوتی ہے، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کس پیمانے کے تحت گستاخی شمار نہیں ہوتی؟ یہ آپ کے پیمانے جدا جدا کیوں ہیں؟ اور آپ کا یہ طرزِ عمل کس مقصد کو آشکارا کر رہا ہے؟

مشاجرات صحابہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا نظریہ:

باقی رہی بات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی۔ تو قاضی صاحب خاطر جمع رکھیں، مشاجرات صحابہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بھی اہل سنت کے چودہ سو سالہ اجماعی موقف کے ہی قائل

ہیں۔ چنانچہ وہ صراحتاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق پر اور مخالفین صحابہ کو خطائے اجتہادی پر قرار دیتے ہیں۔ لیکن قاضی صاحب خیانت و ہاتھ صفائی کے گویا امام وقت ہیں، اِس لیے میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو کے عادی ہیں۔ لہٰذا قاضی صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے درج موقف کو قبول نہ کر کے زبان حال سے بتا دیا کہ اُن کو دیگر اکابر اہل سنت کی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ پر بھی اعتماد نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لیکن محق رامحق گوئیم ومخطیء رامخطیء حضرت امیر برحق بودندومخالفان ایشاں برخطاء ،زیادہ بریں فضولست. [مکتوبات جلداول مکتوب ۲۶۶] لیکن ہم حق والے کو حق پر اور خطاء کرنے والے کو خطاء پر کہتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور اُن کے مخالفین خطاء پر تھے، اس سے زیادہ کہنا فضول ہے۔

لیکن جمہوراھل سنت بدلیلے که برایشاں ظاھرشده باشدبراننده که حقیت در جانب امیررضی الله عنه بوده ومخالف اوراه خطا را پیموده لیکن ایں خطاء چوں خطاء اجتهادی است ازملامت وطعن دوراست وازتشنیع وتحقیرپاک ومبرا.[مکتوبات :۲/۵۳،۵۴،مکتوب:۳۶] لیکن اہل سنت اس دلیل سے جوان پر ظاہر ہوئی اس کے قائل ہیں کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا اور مخالف راہ خطاء پر تھے، لیکن جب یہ خطاء خطاء اجتہادی ہے تو یہ طعن وتشنیع سے دور اور پاک ومبرا ہے۔

لیجیے! اَب تو قاضی طاہر صاحب کے فتوے کی رُو سے حضرت امام ربانی رحمہ اللہ بھی شیعہ ٹھہریں گے۔ اس لئے کہ جناب مشاجراتِ صحابہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین کی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت کو ''تشیع'' یا ''شیعی اثر'' سمجھتے ہیں۔ اور یہ موقف صرف امام ربانی کا نہیں بلکہ چودہ سوسالہ اسلاف اہل سنت اور سب علماء دیوبند کا بھی ہے۔ لہٰذا قاضی صاحب کی نظر میں یہ سب ہی شیعہ نظریہ کے حامل شمار ہوں گے۔ گویا صرف قاضی طاہر علی ہاشمی صاحب یا اُن کے پسندیدہ چودھویں صدی کے دو چار لوگ ہی حقیقی سنیت پر قائم رہے، باقی چودہ سوسالہ اسلاف امت سب کے سب شیعہ یا شیعی نظریہ کے حامل قرار پائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۳)......اگر علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی عبارت کا وہی مطلب ہے جو عرفان صاحب سمجھے ہیں کہ ''جو حضرت علی کو جنگوں میں درست رائے پر اور مخالفین کو خطاء پر سمجھے تو وہ شیعہ ہے۔'' تو پھر عرفان الحق صاحب کی سمجھ اور دیانت کی داد دینی چاہیے، کیونکہ جن علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی جس عبارت سے وہ اپنے خود ساختہ مفہوم کے ذریعے ہمیں ''شیعہ'' قرار دینا چاہتے ہیں، اسی عبارت سے خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی شیعہ

قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اہل سنت کے اس اجماعی موقف کے قائل ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر اور ان کے مخالفین صحابہ خطائے اجتہادی پر تھے۔[فتح الباری: ۱۲/۳۰۹]

اور جب عرفان الحق صاحب کے بیان کردہ مفہوم کے مطابق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ خود ہی ''شیعہ'' قرار پائے تو ایک شیعہ کی بات سے عرفان الحق صاحب کس بنیاد پر استدلال کر رہے ہیں؟

اور اگر اِس نظریے کے باوجود علامہ ابن حجر اور ذہبی وغیرہما رحمہم اللہ شیعہ نہیں ہیں تو اس نظریہ کے دیگر حاملین پر شیعہ ہونے یا شیعی نظریہ سے متاثر ہونے کی پھبتی کس بنیاد پر کسی جاتی ہے؟

کیا نبی کریم ﷺ نے کسی جماعت کے مخطیء یا مصیب ہونے کا فیصلہ نہیں فرمایا؟

عرفان الحق صاحب کہتے ہیں:

''سرکار دو عالم، رحمت للعالمین، امام الانبیاء یعنی اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفٰی ﷺ تو کسی جماعت کو مصیب یا مخطیء نہیں فرماتے مگر۔۔۔ جب قرآن وسنت نے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تو کسی اور کی کیا مجال کہ وہ اس پر تبصرہ کرے۔'' [نقیب ختم نبوت، اپریل ۲۰۱۷ء، صفحہ: ۲۵]

جواب: شاید عرفان الحق صاحب کا علم اور علماء سے کبھی واسطہ نہیں رہا، یا پھر حقائق معلوم ہونے کے باوجود مضمون لکھتے وقت اُن میں قاضی طاہر علی صاحب کی روح حلول کر گئی کہ وہ صحیح وغلط اور سچ جھوٹ کا فرق ختم کر بیٹھے، ورنہ وہ ایسی بات کہہ کر اپنی جہالت یا عناد سے پردہ نہ اُٹھاتے۔ اُن کا یہ کہنا کہ: ''قرآن وسنت نے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔'' لاعلمی اور جہالت یا ضد، تعصب اور ہٹ دھرمی کی بنا پر ہے۔

قارئین اس مضمون کے آغاز میں بخوبی ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ متعدد احادیث طیبہ اور صحابہ کرام کے آثار مبارکہ سے ایک جماعت کا درست رائے پر ہونا اور دوسری کا خطائے اجتہادی پر ہونا صراحتاً ثابت ہے۔ اس کے باوجود اُن تمام احادیث وآثار کو پس پشت ڈالتے ہوئے صرف حدیث **فئتین عظیمتین** (جس میں اس معاملہ کا کوئی تذکرہ ہی نہیں) سے خود ساختہ مفہوم کشید کر کے یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ نے تو کسی جماعت کو مصیب یا مخطیء نہیں فرمایا؟''

یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی رافضی عرفان الحق صاحب سے کہہ دے کہ: جناب! آپ دن رات صحابہ صحابہ کرتے ہیں، جبکہ حضور ﷺ نے ایک حدیث میں اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں کو فرمایا، اُس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تو اسلام کی بنیاد نہیں فرمایا۔ تو آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ماننے نہ ماننے کو کفر واسلام کا مسئلہ کیوں قرار دیتے ہیں؟ یقیناً آپ اس کے سامنے دوسری احادیث اور آیات قرآنی پیش کریں گے۔ جن سے صحابہ کرام کا معیارِ حق ہونا واضح ہے۔ اِسی طرح یہاں بھی کسی ایک حدیث شریف (جو اس مسئلہ سے ساکت

ہے) کو پیش نظر رکھ کر عرفان صاحب کا فیصلہ کرنا بھی غلط ہے۔ یہاں بھی انہیں پورا ذخیرہ احادیث سامنے رکھنا چاہیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے خطاء پر ہونے کا قرآنی اشارہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ خصوصاً حدیث فئہ باغیہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تصریحات سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہونے اور اُن کے خلیفہ برحق بننے کے بعد اُن کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے والے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی جماعت صورۃً باغی ہے۔ اِن احادیث و آثار کے پیش نظر قرآن پاک کے اُن اِشارات کا محل بھی متعین ہو جاتا ہے جن میں ایک جماعت کو خطاء پر قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا بينهما، فان بغت احداهما على الاخرىٰ، فقاتلوا التِي تبغي حتى تفيء الى امر الله، فان فاء ت فاصلحوا بينهما بالعدل.

[**الاية**] ترجمہ: اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو اُن کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرو، اور اگر ان میں سے ایک جماعت دوسری کے مقابلہ میں بغاوت کرے تو اُس جماعت سے لڑو جو بغاوت کر رہی ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالی کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر لوٹ آئے تو دونوں کے درمیان صلح کرلو۔

اس آیت سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں:

اول:......مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان لڑائی ممکن ہے۔ چاہے صحابہ کرام ہوں۔

دوم:......لڑائی ہو جائے تو محض لڑائی سے کوئی جماعت یا فرد ایمان سے نہیں نکل جاتا کہ معاذ اللہ کسی ایک کو کافر قرار دے دیا جائے۔ دونوں ہی ’’مومن‘‘ رہتے ہیں۔

سوم:......ایسی لڑائی میں اہل علم وفہم کو دونوں جماعتوں کے درمیان صلح کی کوشش کرنی چاہیے۔

چہارم:......یہ لڑائی کبھی ایسی دو جماعتوں کے درمیان بھی ہو سکتی ہے جن میں سے ایک وقت کے امام حق کی حامی ہو اور دوسری مخالف ہو۔

پنجم:......امام حق کی مخالف جماعت کو باغی جماعت کہتے ہیں۔

ششم:......باغی جماعت سے لڑنا واجب ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے امر فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں امام حق کی مخالف جماعت سے لڑنے کا حکم سوائے اِس کے کسی وجہ سے نہیں دیا گیا کہ وہ جماعت خطاء کرنے والی ہے۔

انتباہ!!! یاد رہے کہ عام مسلمانوں کی اِس قسم کی لڑائی میں تو امام برحق کے مخالفین کو محض باغی کہا جاتا ہے، لیکن اگر معاملہ صحابہ کرام کا آجائے تو اُن کو حقیقۃً باغی کہنا یا سمجھنا جائز نہیں، اُن کے ہاں صرف بغاوت کی صورت ہوسکتی ہے۔ لہٰذا مشاجرات صحابہ کے معاملے میں حدیث شریف کے اندر حضرت علیؓ کے مخالفین صحابہ کی جماعت کے لیے جو باغی کا لفظ آیا، یا صحابہ کرام سے اگر باغی کا لفظ مروی ہے، یا اکابر اہل سنت نے جہاں کہیں بھی باغی کا لفظ استعمال کیا تو اس سے مراد یقیناً یقیناً صورۃً باغی مراد ہے، نہ کہ حقیقۃً۔

قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیت سے جب باغی جماعت کی خطاء ثابت ہوئی تو اَب دیکھنا یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اِن دو جماعتوں میں سے بھی کوئی باغی ہے یا نہیں؟ اس کے لیے پہلے ہم باغی کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

امام قاضی محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی (متوفی ۵۴۳ھ) باغی کی تعریف یوں کرتے ہیں:

''وهو الذی یخرج علی الإمام یبغی خلعهٗ، أویمنع من الدخول فی طاعة لهٗ، أویمنع حقًا یوجبه علیه بتأویل.''[احکام القرآن :۱۵۳/۴] اور باغی وہ ہے جو امام حق کے خلاف کھڑا ہو، اُس کو خلافت سے ہٹانا چاہے، یا اس کی اطاعت میں داخل ہونے سے رکاوٹ بنے، یا وہ حق جس کو امام اُس کے ذمہ لازم کرے تاویل کرکے اُس حق کو روک رکھے (ادا نہ کرے)۔

اس تعریف کے مطابق جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی ذات یا جماعت کے حق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت اور بیعت میں داخل ہونے سے رکاوٹ بنے ہیں، بیعت کا جو حق اُن کے ذمہ امام حق (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے لگایا تھا اسے ادا کرنے سے رُک گئے اور یہ شرط لگائی کہ پہلے آپ قاتلینِ عثمان سے قصاص لیں پھر ہم بیعت ہوں گے۔ وہ صورۃً باغی ہیں۔ کیونکہ امام حق کو کسی واقعی وجہ سے قصاص مؤخر کرنے کی شرعاً اجازت ہے، مگر امام حق کی بیعت مؤخر کرنے کی اجازت رعایا میں سے کسی کو نہیں ہے۔ اس موقع پر مناسب یہی تھا کہ فوراً بیعت کرکے خلافت مستحکم کردی جاتی اور استحکام خلافت کے بعد قصاص لے لیا جاتا۔

امام ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''والذی قاتل علیؓ طائفة أبوا الدخول فی بیعته، وهم أهل الشام، وطائفة خلعته، وهم أهل النهروان، وأما أصحاب الجمل: فإنما خرجوا یطلبون الإصلاح بین الفریقین، وکان من حق الجمیع أن یصلوا إلیه، ویجلسوا بین یدیه، ویطالبوه بما رأوا أنه علیه. فلما ترکوا ذلک بأجمعهم صاروا بغاة بجملتهم، فتناولت هٰذه الایة جمیعهم.''[احکام القرآن لابن العربی:۱۵۳/۴]

جس جماعت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ لڑے ہیں ان میں سے ایک وہ جماعت ہے جنہوں نے اُن کی بیعت میں داخل ہونے سے انکار کیا، مراد اہل شام ہیں، اور ایک وہ جماعت تھی جنہوں نے بیعت توڑ دی مراد نہروان والے خارجی ہیں، لیکن جنگ جمل والے حضرات تو فریقین کے درمیان اصلاح کے لیے نکلے، لیکن حق یہ تھا کہ سب کے سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچتے اور اُن کے سامنے بیٹھتے، اور اُن کی سوچ میں جو آتا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اُس کی درخواست کرتے، تو جب اُن سب نے یہ بات چھوڑ دی تو سب (صورۃً) باغی بن گئے، اور اِس آیت کا حکم سب کو شامل ہو گیا۔

اصل بات یہ کہ استحکام خلافت کا معاملہ نہایت اہم ہے، اسی وجہ سے استحکام خلافت کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین و تدفین بھی کچھ دیر کے لیے مؤخر کر دی گئی تھی۔

ایک سطحی اعتراض اور اس کا جواب:

اگر کہا جائے کہ قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا معاملہ حق العبد کا معاملہ ہے اور حضور ﷺ کی تکفین و تدفین سے کوئی حق العبد متعلق نہیں ہے، اِس لیے وہ مؤخر کیا جا سکتا تھا مگر یہ مؤخر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تو جواباً کہا جائے گا کہ حضور ﷺ کی تجہیز و تکفین و تدفین سے بھی حق العبد متعلق تھا اور وہ سب بندوں کے سردار ﷺ کا حق تھا۔ کیوں کہ تجہیز و تکفین و تدفین انتقال کرنے والے بندے کا حق ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت کریمہ اور اس کے تحت مندرجہ بالا سطور کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث طیبہ اور آثارِ صحابہ سے صراحت کے بعد قرآنِ پاک کے اشارہ سے بھی یہی ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین صحابہ کی جماعت صورۃً باغی جماعت تھی، اور امام حق کے خلاف بغاوت خود ہی خطاء ہے۔ لہٰذا یہ خطاء ہوئی، لیکن خطاء اجتہادی ہے جس پر اجر ہی ملتا ہے۔

اگر جناب عرفان الحق صاحب اور اُن کے مقتداء جناب قاضی طاہر علی ہاشمی صاحب وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امام حق نہیں مانتے تو ناصبی یا خارجی ہیں، اور اگر اُن کو امام حق مانتے ہیں تو اُن کے مخالفین کی خطائے اجتہادی تسلیم کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہیے۔

کیونکہ شریعت کی رو سے امام حق سے لڑنے والے باغی ٹھہرتے ہیں، مگر چوں کہ مخالفین میں سے بہت سے حضرات بمع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مجتہد تھے، تو انہوں نے اپنے اجتہاد کی بناء پر قصاص عثمان کو استحکام خلافت سے زیادہ اہم اور مقدم سمجھا، اس لیے یہ اُن کی اجتہادی خطاء ہے اور مجتہد اجتہادی خطاء سے نہ ایمان سے نکلتا ہے نہ اُس کی عدالت مجروح ہوتی ہے، یعنی فسق اور گناہ بھی ہرگز لازم نہیں آتا۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس خطاء پر بھی نہ اُنہیں گناہ ہوا، نہ (معاذ اللہ) فاسق ہوئے بلکہ اس پر اُنہیں اجر ہی ملے گا، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دگنا اجر ملے گا جیسا کہ بکثرت اہل سنت علماء اسلاف کی

تصریحات موجود ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوگنا اجر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک گنا اجر ملے گا۔

اِن حضرات میں سے جس نے بالکل درست کیا اُس نے تو اجر پا لیا، جس سے غلطی ہوئی وہ بھی اجر پا گیا اور کسی کو ایک فیصد بھی گناہ نہیں ہوا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا:

إذا حكم الحاكم، فاجتهد فأصاب، فلهٗ أجران، و إذا حكم، فاجتهد فأخطأ، فله أجر. [ابن ماجہ، ح:۲۳۱۴۔ ابوداوٗد، ح:۳۵۸۴۔ مسند الشافعی ۲۴۴/۲۔ مسند احمد ح:۱۷۷۴۰۔ ابن حبان ح:۵۰۶۱۔] جب فیصلہ کرنے والا (مجتہد) فیصلہ کرنے لگے اور صحیح اجتہاد کرے تو اُس کے لیے دو اجر ہیں۔ اور جب فیصلہ کرنے لگے اور اجتہاد کرے اور اجتہاد میں غلطی کر لی تو اُس کے لیے ایک اجر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إذاحكم الحاكم، فاجتهد فأصاب، فله أجران، وإذا حكم، فأخطأ، فله أجر واحد. [ترمذی:۱۳۲۶۔ مسند بزار:۸۵۸۶۔ نسائی:۵۳۸۱۔ مسند ابی یعلی:۵۹۰۳۔ ابن حبان: ۵۰۶۰] جب فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرنے لگے اور اجتہاد کرے اور صحیح رائے سوچے تو اُس کے لیے دو اجر ہیں۔ اور جب فیصلہ کرنے لگے اور (اجتہاد میں) خطاء کرلے تو اُس کے لیے ایک اجر ہے۔

اس مضمون کی حدیث حضرت عقبہ بن عامر اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

[نظم المتناثر:۱۸۰]

اگر عام مجتہد اجتہاد میں درست رائے پر پہنچے تو دو اجر پائے اور خطاء کرے تو بھی ایک اجر پائے تو کیا صحابی اجتہاد کرے اور خطاء بھی کرے تو اُس کو اجر نہ ملے گا؟ ضرور ملے گا۔

اس لیے اگر اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرات رضی اللہ عنہم سے اجتہادی خطاء ہوئی تو اپنے آپ کو اہل سنت کہلانے والے، دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کا مشن لے کر میدان تحریر وتقریر میں اترنے والے حضرات کو پریشانی کی کیا ضرورت ہے، سب نے اجر پالیا ہے، اِس خطاء کا بعد والوں کے سینکڑوں صواب مقابلہ نہیں کر سکتے۔

(۱)......امام محمد بن عمر حمیری شافعی (متوفی ۹۳۰ھ) فرماتے ہیں:

أجمع الخلف من التابعين وجمهور السلف على أن عليا رضى الله عنه كان مجتهدًا مصيبًا، فله أجران ....ومخالفيه يومئذ كانوا مجتهدين مخطئين، فلهم أجر

واحد. [**الحسام المسلول على منتقصي أصحاب الرسول** :۱۱۵] اَخلاف تابعین اور جمہور اسلاف کا اِس بات پر اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجتہد مصیب تھے تو اُن کے لیے دو اجر ہیں، اور اُن کے مخالفین خطاء کرنے والے مجتہدین تھے تو اُن کے لیے ایک اجر ہے۔

(۲)......امام یحییٰ بن ہبیرہ بن محمد ذہلی شیبانی (متوفی ۵۶۰ھ) فرماتے ہیں:

وكان علي رضى الله عنه مجتهدًا مصيبًا، فله أجران، وكان الآخرون مجتهدين غير مصيبين، فلهم أجر واحد. [**الافصاح عن معانی الصحاح** ۳۱۴/۱] حضرت علی رضی اللہ عنہ مجتہد مصیب تھے تو اُن کے لیے دوگنا اجر ہے اور دوسرے حضرات مجتہد مخطیء تھے تو اُن کے لیے ایک گنا اجر ہے۔

(۳)......علامہ حافظ ابن احمد بن علی الحکمی (متوفی ۱۳۷۷ھ) فرماتے ہیں:

واعتقاد أن الكل منهم مجتهد، إن أصاب فله أجران: أجر على اجتهاده، وأجر على اصابته، وإن أخطأ فله أجر الاجتهاد، والخطأ مغفور. [**معارج القبول بشرح سلم الوصول** :۱۲۰۸/۳] اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اُن میں سے ہر صحابی مجتہد ہے، اگر درست رائے کو پہنچا اُس کے لیے دوگنا اجر ہے ایک اجتہاد کا اور ایک درستگی کا اجر، اور اگر خطاء کی تو اُس کے لیے اجتہاد کا اجر ہے، اور خطاء معاف ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

لأنهم كلهم عدول، مَن خالط الفتن ومَن اعتزلها؛ لأنهم فيها بين مجتهد مصيب فله أجران أومخطيء فله أجر. [**دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين** :۳۱۳/۴] سب صحابہ عادل ہیں جنہوں نے جنگوں میں حصہ لیا وہ بھی اور جو الگ تھلگ رہے وہ بھی، کیوں کہ وہ دو قسم کے ہیں: یا مجتہد مصیب ہیں تو ایسے کے لیے دوگنا اجر ہے۔ یا مجتہد مخطیء ہیں تو ایسے کے لیے ایک گنا اجر ہے۔

(۴)......علامہ محمد الخضر بن سید عبداللہ جکنی شنقیطی (متوفی ۱۳۵۴ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان عليًا هو المصيب، فله أجران، وان معاوية ومن معهم هم المخطئون فلهم أجرواحد. [کوثرالمعانی الدراری فی کشف خبایاصحیح البخاری :۴۰/۱] حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی درست رائے پر تھے۔ اس لیے اُن کو دوگنا اجر ملے گا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھی ہی خطاء کرنے والے تھے تو اُن کے لیے ایک گنا اجر ہوگا۔

(۵)......امام محمد بن یوسف بن علی کرمانی (متوفی ۷۸۶ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أما إذا اجتهد وظن الصلاح فيه فهما ماجوران مثابان، من أصاب فله أجران،

ومن أخطأ فله أجر. وما وقع بين الصحابة رضى الله تعالى عنهم هو من هٰذا القسم.
[الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری :۱۴۳/۱] جب مجتہد اجتہاد کرے اور اُس رائے میں صلاح (درستگی) سمجھے تو ایسے قاتل ومقتول مجتہدین کو اجروثواب ملے گا، تو جو مجتہد مصیب ہوگا اس کے لیے دوگنا اجر ہوگا اور جو مخطیء ہوگا اُس کے لیے ایک گنا اجر ہوگا۔ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان واقعات ہوئے وہ اِسی قسم کے ہیں۔(اجتہادی ہیں جن میں اُن کو اجر ملا، مصیب کو دوگنا اور مخطیء کو ایک گنا)
(۶)......بعینہ یہی عبارت علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) کی ہے۔[عمدۃ القاری:۲۱۲/۱]
(۷)......علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

المجتهد معفوّعنه فيما أخطأ فيه إذا بذل فيه وسعه، وله مع ذلك أجر، فإن أصاب فله أجران. والحق أن عليًا كان مصيبا فى حروبه فله فى كل ما اجتهد فيه من ذلك أجران. [فتح البارى:۳۰۹/۱۲،باب ما جاء فى المتأولين] مجتہد جب خطاء کرے تو جب اجتہاد میں اپنی پوری طاقت لگائی ہو اس کی خطاء معاف ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ اس کے لیے ایک گنا اجر ہوتا ہے، حق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سب جنگوں میں مصیب ہیں، تو اس بارے میں جو جو انہوں اجتہاد کیا اُن کے لیے دوگنا اجر ہے۔(یعنی مخالفین مجتہدین کے لیے ایک گنا اجر ہے۔)
(۸)......امام ابن الملقن عمر بن علی بن احمد شافعی مصری (متوفی ۸۰۴ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والحق الذى عليه أهل السنة الإمساك عن ماشجر بين الصحابة وحسن الظن بهم والتأويل لهم، وأنهم مجتهدون متأولون لم يقصدوا معصية ولا محض الدنيا، فمنهم المخطىء فى اجتهاده والمصيب، وقد رفع الله الحرج عن المجتهد المخطىء فى الفروع، وضعف أجر المصيب، وتوقف الطبرى وغيره فى تعيين المحق منهم وصرح الجمهور به (أن عليًا هو المصيب) إذ كان أفضل من كان على وجه الدنيا حينئذ.
[التوضيح لشرح الجامع الصحيح البخارى :۲۱/۳۰] اور حق بات جس پر اہل سنت ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہونے والی لڑائیوں سے متعلق بحث نہ کرنا ہے، اور اُن سے اچھا گمان رکھنا اور اُن کو تاویل کرنے والا سمجھنا ہے اور یہ کہ وہ متأول مجتہد تھے نہ ان کا ارادہ گناہ کا تھا نہ محض دنیا کا تھا۔ پھر اُن میں سے کوئی اپنے اجتہاد میں خطاء کرنے والا ہے اور کوئی مصیب ہے، اور اللہ تعالی نے فروع میں مجتہد مخطیء سے گناہ اٹھایا ہوا ہے اور مصیب کا اجر دگنا کیا ہے۔ اور طبری وغیرہ نے مصیب میں توقف کیا ہے (کہ کون ہے؟) اور جمہور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو درست رائے والا کہا ہے کیوں کہ اُس وقت روئے زمین پر وہی افضل انسان تھے۔
(۹)......الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

ویمسکون عما شجر بین الصحابة، ویعتقدون أنهم فی ذلک مجتهدون، من أصاب فله أجران، ومن أخطأ فله أجر. [العقیدة الصحیحة ومایضادها ونواقض الإسلام:۲۰]
اہل سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والے اختلافات میں بحث نہیں کرتے اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ حضرات اس بارے میں مجتہد تھے، جو مصیب ہے اُس کے لیے دوگنا اجر ہے اور جو مخطی ہے اُس کے لیے ایک گنا اجر ہے۔

(۱۰)......الشیخ محمد بن صالح بن محمد العثیمین رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں:

وهؤلاء بین مجتهد مصیب ومجتهد مخطیء، فالمصیب له أجران، والمخطیء له أجر واحد. فإن قال قائل: أیهما أقرب إلی الصواب؟ وأیهما أحق بالخلافة؟ فالجواب: أن الأقرب إلی الصواب والأحق بالخلافة علیّ بن ابی طالب رضی الله عنه، ولاشک فی هٰذا. ودلیل ذلک قول النبی ﷺ فی عمارؓ بن یاسر: أنه تقتله الفئة الباغیة، یعنی الخارجة علی الإمام، والذی قتل عمارا من أصحاب معاویةؓ، وعلی هٰذا یکون علیؓ بن أبی طالب أقرب إلی الصواب من معاویة، ویکون جیش معاویة هو الفئة الباغیة. [شرح العقیدة السفارینیة :۶۳۵] ان صحابہ میں کوئی مجتہد مصیب تھا اور کوئی مجتہد مخطی ء تھا، مصیب کے لیے دوگنا اور مخطی ء کے لیے ایک گنا اجر ہے، اگر کوئی پوچھے کہ صواب کے زیادہ قریب اور خلافت کا زیادہ حقدار دو میں سے کون تھا؟ تو جواب یہ ہے کہ صواب کے زیادہ قریب اور خلافت کے زیادہ حقدار حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں۔ اس کی دلیل حضور ﷺ کا عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرمان ہے کہ اس کو باغی جماعت قتل کرے گی، یعنی جو امام کے مقابلہ میں نکلے گی، اور جس نے قتل کیا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھا، اس کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ صواب کے زیادہ قریب تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت وہی (صورۃً) باغی جماعت تھی، لیکن اس کے باوجود ہم پر لازم ہے کہ ہم کسی صحابی سے کینہ اور بغض دل میں نہ رکھیں اور جو خطاء ہوئی اس کو اس پر محمول کریں کہ وہ اجتہادی تھی اور اللہ تعالیٰ اُس کو بخش دے گا۔

اس بارے میں اور بھی بکثرت عبارات پیش کی جاسکتی ہیں، فی الحال یہی کافی معلوم ہوتی ہیں، ان عبارات سے یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت کرنا ان کی توہین، گستاخی یا بے ادبی ہے۔ کیونکہ احادیث طیبہ، آثار صحابہ اور اسلاف امت کی تصریحات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرات کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا اُن کی تنقیص و بے ادبی نہیں ہے۔ بلکہ یہ چودہ سو سالہ اہل سنت کا معتدل مسلک

وموقف ہے کہ اجتہادی غلطی تسلیم کرتے ہوئے بھی اُن صحابہ رضی اللہ عنہم کو ماجور مانتے ہیں۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر ماجور نہیں مانتے۔

کیا دونوں جماعتوں میں سے کوئی بھی خطاء پر نہیں ہے؟

عرفان الحق صاحب کہتے ہیں:

> ''صفین کے موقع پر جیسے سیدنا علی وسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں مخلص تھے، کسی کا کوئی ذاتی مفاد نہ تھا، دونوں بزرگ اللہ کی رضا کے لیے اپنا اپنا ایک نظریہ رکھتے تھے، دونوں میں سے کوئی بھی غلط یا مخطی ء نہیں تھا، بعینہ اہل بیت رسول عفیفہ کائنات ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مابین واقعہ جمل کا پس منظر بھی یہی تھا کہ دونوں ہستیوں کا اختلاف قصاصِ عثمان پر تھا اور کسی کا کوئی ذاتی عناد یا مفاد نہ تھا، اور یہ دونوں ماں بیٹا (سیدہ عائشہؓ وسیدنا علیؓ) بھی مبنی بر حق موقف رکھتے تھے۔''

[نقیب ختم نبوت، اپریل ۲۰۱۷ء، ص: ۲۷]

جواب:

عرفان صاحب حق اور باطل کو خلط ملط کرنے اور اور سچ اور جھوٹ کو گڈ مڈ کرنے میں ان کاہنوں کی طرح لگتے ہیں جو ایک سچ کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر لوگوں کے عقائد برباد کرنے کی تگ ودو کرتے رہتے تھے۔ عرفان صاحب کی اس تحریر کے اکثر پہلو ایک دو سچ کے ساتھ پانچ سات جھوٹ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ عرفان صاحب کی مذکورہ بالا عبارت میں سے بھی اتنی بات تو بالکل حق، سچ اور درست ہے کہ: صحابہ کرام کی باہمی دونوں جنگوں میں دونوں فریق مخلص تھے، کسی کا ذاتی مفاد نہ تھا، نہ عناد تھا، اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب تھے۔ لیکن اس سچ کے ساتھ انہوں نے جو جھوٹ، اور حق کے ساتھ جو باطل شامل کیا وہ یہ ہے کہ: دونوں میں سے کوئی بھی مخطی ء نہ تھا۔

ہم قدرے تفصیل سے احادیث طیبہ، آثار صحابہ اور اکابر امت کی تصریحات درج کر چکے ہیں۔ ان مذکورہ بالا عبارات کے علاوہ بھی اسلاف اہل سنت کی عبارات موجود ہیں، (جو ہم طوالت کے خوف سے درج نہیں کر سکے) کہ دونوں میں سے ایک فریق مخطی ء تھا، اور چوں کہ دونوں مجتہد تھے اور کسی مسئلہ میں دو مجتہد حضرات میں رائے کا اختلاف ہو تو جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ دو میں سے ایک مصیب اور دوسرا مخطی ء ہوگا، اگر نصوص سے ایک کی خطاء یا صواب متعین نہ ہو تو پھر تعیین کرنے والا اپنی درست فہم سے کسی ایک کے صواب اور دوسرے کی خطاء کا قائل ہو سکتا ہے، مگر جس کے صواب کا قائل ہے اُس کی خطاء کا احتمال ہے اور جس کی خطاء کا قائل ہو اُس کے صواب کا احتمال ہے، ایسے معاملہ میں قطعی فیصلہ آخرت میں ہوگا۔ مگر چوں کہ وہاں بھی مجتہد مخطی ء پر گرفت نہیں ہوگی اس لیے شاید بندوں کے سامنے مجتہد مخطی ء کی خطاء وہاں بھی ظاہر نہ ہو۔ واللہ اعلم

لیکن جس مجتہد کی خطاء نصوص سے معلوم ہو رہی ہو اُن نصوص کو سامنے رکھ کر خطاء کا فیصلہ علماء مجتہدین وراسخین دے سکتے ہیں، جیسا کہ سابقہ صفحات میں اسلاف کی تصریحات اور ائمہ فقہاء کا نظریہ بیان ہوا اور مختلف واضح اور صریح عبارات سے اس پر اہل سنت کا اجماع نقل ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرات سے اجتہاد میں خطاء ہوئی ہے، اس پر احادیث نبوی اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی دلیل ہیں۔ پھر عرفان الحق صاحب کے اس فرمان ''دونوں میں سے کوئی بھی مخطی ءنہ تھا'' کو غلط اور باطل کے علاوہ کیا نام دیا جاسکتا ہے؟

اکابر اہل سنت جو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ادب واحترام پوری طرح ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔اور کسی بھی صحابی کی شان میں ادنیٰ بے ادبی یا ان کی تنقیص کو قطعاً برداشت نہیں کرتے ان کے برخلاف خوارج ونواصب اور روافض صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ چنانچہ خارجی وناصبی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف خطائے عنادی (غیر اجتہادی) کی نسبت کرتے ہیں، اور رافضی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف۔ خارجیوں اور ناصبیوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ معاذ اللہ فسق یا کفر کے مرتکب ہوئے،اور رافضیوں کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ معاذ اللہ کفر کے مرتکب ہوئے۔ جبکہ اہل سنت کے نزدیک نہ کوئی کافر ہوا نہ فاسق ہوا، بلکہ اجتہادی خطاء کرنے والے بھی ماجور ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کی جماعت کو بھی اجر ملا اور اُن کے مخالفین کو بھی، بس اتنا فرق ہے کہ کسی کو ایک گنا اجر ملا اور کسی کو دوگنا اجر ملا۔ یہی مسلکِ اعتدال ہے اور یہی درست راہ ہے۔

عرفان الحق صاحب کی دو متضاد باتیں:

گذشتہ سطور میں ہم نے عرفان الحق صاحب کا یہ ارشاد نقل کیا کہ: ''دونوں میں سے کوئی ایک بھی مخطی ءنہ تھا۔'' لیکن اپنی اسی تحریر میں اِس عبارت سے پہلے وہ خود لکھ چکے ہیں کہ:

> ''صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مابین آنے والے اجتہادی امور میں کسی کے مصیب ہونے یا مخطی ءہونے کو یقین کے ساتھ بیان کرنا انتہائی نامناسب اور خلاف شرع ہے۔ درست ہے کہ ہر دو فریقین میں سے ایک مصیب اور دوسرا مخطی ءہوتا ہے مگر کون مصیب اور کون مخطی ءہے؟ یہ بات صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔'' الخ [حوالہ مذکورہ بالا، ص:۲۵]

یہاں عرفان الحق صاحب پر ''دروغ گو را حافظہ نباشد'' والی مثال صادق آرہی ہے۔ایک طرف تو بڑے دھڑلے سے لکھ رہے ہیں کہ ''کوئی ایک بھی مخطی ءنہیں ہے۔'' اور دوسری طرف کہہ رہے ہیں کہ: ''ہر دو میں ایک مصیب اور دوسرا مخطی ءہوتا ہے۔'' حالانکہ ان دونوں باتوں میں کھلا تضاد ہے۔ نجانے عرفان

صاحب اب کون سا پینترا بدلیں گے اور اپنی دو متضاد باتوں میں سے کسے درست اور کسے غلط قرار دیں گے، لیکن ہم اپنے قارئین پر واضح کر دینا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں کہ عرفان صاحب کی دونوں باتوں میں سے پہلی بات درست ہے، یعنی'' فریقین میں ایک مصیب اور دوسرا مخطی ء ہوتا ہے''۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بات نصف النہار کے سورج کی طرح واضح ہو چکی ہے۔ اور **''ان ھو الا وحی یوحی''** کے قرآنی فیصلہ کے مطابق نبی کریم ﷺ جو بھی ارشاد فرماتے ہیں، اللہ تعالی کے فرمان کے مطابق ہی فرماتے ہیں، گویا آپ ﷺ کا فیصلہ اللہ تعالی کا فیصلہ ہے۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات علام الغیوب ہے، وہ مصیب و مخطی ء دونوں کو جانتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے فرامین کے ذریعے مصیب اور مخطی ء کی نشان دہی فرما کر بعد والوں کی راہ نمائی فرما دی ہے۔ اور اسی نشان دہی کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار ہیں، اور ائمہ مجتہدین کا متفقہ فیصلہ بھی متعدد ٹھوس حوالہ جات کے ساتھ نقل کیا جا چکا ہے۔ اور یقیناً اکابر امت علم و تقویٰ دونوں چیزوں میں ہم سے ہزار ہا درجے فائق ہیں، اور قرآن و سنت و آثار صحابہ کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں، اس لیے ہم نے انہی کے ارشادات کو بطورِ دلیل پیش کیا ہے۔ اَب عرفان الحق صاحب یا قاضی طاہر علی ہاشمی صاحب اگر چودھویں صدی کے کسی صاحب کو چودہ سو سالہ اسلاف سے زیادہ علم و تقویٰ والا مانتے ہوں اور اُن صاحب کے مقابلے میں چودہ سو سالہ اَسلاف کو کم علم، نا انصاف اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ناقد قرار دیتے ہوں اور اسلاف امت میں سے کسی کی بات کو خاطر میں لانے کے لیے تیار نہ ہوں تو ظاہر بات ہے ایسی ہٹ دھرمی کی صورتِ حال میں ہم اُن کے لیے ہدایت کی دعا کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں؟

مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ پر چوٹ:

عرفان الحق صاحب نے چاند کے منہ پر تھوکنے کا شوق پورا کرنے کی بھی کوشش کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''خود ساختہ ثالثوں کو چاہیے کہ وہ اہل سنت والجماعت کا مارکہ استعمال کرتے ہوئے مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلقہ معاملات میں ''قاضی'' مت بنیں بلکہ حقیقی طور پر اپنی توانائیاں خدمت دین اور مذہب اہل سنت والجماعت کے تحفظ و تبلیغ اور ترویج و اشاعت کے لیے صرف کریں۔'' (صفحہ ۲۷)

جواب:

یہ عبارت بتاتی ہے کہ عرفان الحق صاحب ''قاضی'' پر تعریض کر رہے ہیں۔ جیسا کہ طاہر علی ہاشمی صاحب اپنی تحریرات میں کرتے رہتے ہیں۔ کون قاضی؟ یعنی شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ کے تلمیذ و خلیفہ قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ۔ چہ پدی چہ پدی کا شوربہ!

عرفان صاحب! خاطر جمع رکھیں! حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے چودہ سو سالہ اسلاف امت کے مضبوط حوالہ جات کے ساتھ اہل سنت کے اجماعی موقف پر دلائل پیش کیے ہیں اور اہل سنت کے موقف کو مبرہن و مدلل کر کے انہوں نے آپ اور قاضی طاہر صاحب جیسے حبِ معاویہؓ کے نام پر بغض علیؓ اور اسلاف دشمنی پھیلانے والوں کے سامنے سد سکندری قائم کر دی ہے۔ اِس پر ہم سب اُن کے احسان مند ہیں۔ آپ اور قاضی طاہر علی ہاشمی صاحب جیسے بیسیوں اور سیکڑوں بھی مل جائیں تو اُن کے دلائل کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے، اِس لیے اپنی خفت و شرمندگی مٹانے کے لیے حواس باختہ ہو کر اُن کو ''خود ساختہ ثالث'' قرار دے کر آپ اپنے دِل کی بھڑاس تو نکال سکتے ہیں، لیکن علم و تحقیق کے میدان میں اپنی شکست اور بے چارگی نہیں چھپا سکتے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ منصف مزاج محقق کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ اول قرآن وسنت و اجماع وغیرہ کو دیکھتا ہے پھر اس کے مطابق اپنا نظریہ و عقیدہ بناتا ہے۔ جبکہ بدعتی پہلے نظریہ و عقیدہ گھڑتا ہے، پھر تحریف یا غلط فہمی سے اُس پر قرآن سنت سے خود ساختہ دلائل فٹ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ عرفان صاحب اور قاضی طاہر علی صاحب دیکھیں کہ اُن کا شمار کس میں ہو رہا ہے؟

اگر عرفان صاحب واقعۃً صراطِ مستقیم پر چلنا چاہتے ہیں تو یقین مانیے کہ چودہ سو سالہ اسلاف امت کو چھوڑ کر کوئی بھی نئی سڑک قطعاً صراطِ مستقیم نہیں ہو سکتی۔ ہر نظریے اور موقف کے لیے معیار اور کسوٹی یہی تعامل امت ہے۔ لہٰذا صراطِ مستقیم کے طالب کو اُسی پرانی سڑک پر چلنا پڑے گا جس پر اکابر امت چلتے چلے آئے ہیں۔ اللھم اھدنا الصرا ط المستقیم

کیا مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کا قلم دفاع صحابہ کے لیے استعمال نہیں ہوا؟

مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ پر مزید تنقید کرتے ہوئے عرفان صاحب لکھتے ہیں:

> ''جو قلم و قرطاس خلیفہ راشد امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطاء اجتہادی ثابت کرنے اور ان کے خلاف ایسے بے بنیاد و لغو پروپیگنڈہ کا تدارک کرنے والے حضرات کو ناصبی/خارجی/یزیدی قرار دینے پر استعمال کیا جاتا ہے، اُسے فروغ عظمتِ صحابہ و ردقدح صحابہ کے نصب العین کے لیے استعمال کیا جائے۔'' [صفحہ ۲۷]

ہم عرفان صاحب کو ایک مرتبہ پھر خاطر جمع رکھنے کا مشورہ دینے پر مجبور ہیں، کیونکہ دفاعِ صحابہ اور فروغِ عظمتِ صحابہ کی خاطر جتنی کاوشیں اور کوششیں حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی ہیں، اتنی اُن کی نہیں جن کی بولی عرفان الحق صاحب بول رہے ہیں۔ رفض اور مودودیت کے رد میں حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی تحریرات سے کون ناواقف ہے؟ حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی کتاب ''دفاع حضرت معاویہ'' کیا عرفان صاحب اور قاضی طاہر علی ہاشمی صاحب سے مخفی ہے؟

بلکہ یہاں تو ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' والی صورتِ حال ہے۔ عرفان الحق صاحب جیسے کئی نام نہاد ''وکیل صحابہ'' محمود احمد عباسی کے نقش قدم پر چل پڑے ہیں، عرفان صاحب کا زیر بحث مضمون شائع کرنے والا رسالہ ''نقیب ختم نبوت'' بھی اس سلسلہ میں پیش پیش ہے، انہی کے کئی بزرگ اپنی تحریروں اور تقریروں میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی آڑ میں یزید کے فضائل و مناقب بیان کرتے نہیں تھکتے تھے، ''امیر المؤمنین یزید: زندہ باد'' کے نعرے بھی لگوائے گئے۔ حبِ صحابہ کا ڈھنڈورا پیٹنے والے لوگ، صحابی رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ایک ظالم اور فاسق شخص کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے۔ بے چارگی، اخلاقی پستی اور بزدلی کی انتہاء یہ ہے کہ یزید کے فضائل بیان کرنے کے لیے بھی ''مجلس ذکر حسین'' کے نام سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب بعض صحابہ کی محبت کے نام پر بعض دیگر صحابہ سے بغض و نفرت پھیلائی جائے، ذکر حسین کے نام فضائل یزید کی مجالس قائم کی جائیں، یزید کی حمایت میں لکھی گئی کتابیں ان کے اسٹالوں پر فروخت ہوں اور حامیان یزید کو یہ سر پر اُٹھا کر رکھیں تو حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ انہیں ''یزیدی'' نہ کہیں تو کیا کہیں!؟

ویسے بھی ہم لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ''حسینی'' کہلاتے ہیں، کوئی ہمیں حسینی کہے تو خوشی ہوتی ہے۔ قاضی طاہر علی صاحب اور عرفان صاحب وغیرہ اگر یزید کو ''امیر المؤمنین'' سمجھتے ہیں تو انہیں ''یزیدی'' کہنے سے غصہ کیوں آتا ہے؟

اور ناصبی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یزید خود ناصبی ہے، (جیسا کہ ابھی ہم عرض کریں گے) لہٰذا اُس کی محبت کا دم بھرنے والوں کو محبوب والا خطاب ملنا چاہیے۔ اس میں برہم ہونے والی کون سی بات ہے؟

یزید ناصبی تھا:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یزید بن معاویۃ کان ناصبیًا فظًّا غلیظًا جلفًا، یتناول المسکر، و یفعل المنکر، افتتح دولته بقتل الشهید الحسین رضی الله عنه، واختتمها بوقعة الحرة، فمقته الناس، ولم یبارک فی عمره، وخرج علیه غیر واحد بعد الحسین رضی الله عنه کأهل المدینة لله. [الروض الباسم فی الذب عن سنة أبی القاسم: ۳۸۸/۲۔ بحوالہ سیر اعلاء النبلاء] یزید بن معاویہ ناصبی تھا، سخت مزاج، تنگ دل، اُجڈ تھا، نشہ کے مشروب استعمال کرتا اور برے فعل کرتا تھا، اپنی حکومت کی ابتداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کی اور اختتام واقعہ حرہ سے کیا، تو لوگ اُس سے متنفر ہوئے اور اُس کی عمر میں برکت نہ ہوئی، اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد کئی حضرات نے اُس کے خلاف اللہ کی رضا کے لیے خروج کیا جیسے مدینہ طیبہ والے وغیرہ، دیکھیے سیر اعلام النبلاء: ۳۵/۴ طبع

مؤسسة الرسالة طبع ۱۴۰۵ھ

مندرجہ بالا عبارت سے ثابت ہوا کہ یزید ناصبی ہے، تو اس ناصبی کی محبت کا دم بھرنے والے، اس کی صفائیاں پیش کرنے والے اور اس پر تنقید کرنے والوں کو کوسنے والے کون ہوئے؟ ظاہر ہے کہ یزید سے محبت کی بڑی وجہ مرضِ ناصبیت میں شرکت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حالات کی عدم موافقت کی بنا پر اپنے خیالات کا کامل طور پر اظہار نہ کر سکیں۔

راہ اعتدال کیا ہے؟

عرفان الحق صاحب لکھتے ہیں:

''جب راہ اعتدال سے ہٹ کر مشاجرات صحابہ پر رائے زنی کی جاتی ہے تو دشمان صحابہ کو بھی توہین صحابہ کے مواقع ملتے ہیں، اور دشمنان صحابہ یعنی شیعہ/رافضی/ناصبی (سیدنا علی وحسنین رضی اللہ عنہما وغیرہ کی توہین کا مرتکب طبقہ) اور خارجی ان سے فائدہ اٹھا کر صحابہ رضی اللہ عنہم پر تبرا کرتے ہیں، اور بطور دلیل اِنہی نام نہاد سنیوں کے حوالے پیش کرتے ہیں جنہوں نے صفین وجمل کے پس منظر میں حضرت عائشہ یا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما پر اعتراض کیے ہوں، روافض، خوارج اور نواصب کے برعکس صرف اہل سنت والجماعت زاداللہ شرفہ ہی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت ومودت کو ایمان مانتے ہیں اور کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ پر معترض نہیں ہوتے، یہ مسلک اہل سنت بھی ہے اور راہِ اعتدال بھی۔[ص:۲۷]

جواب: عرفان الحق صاحب جس موقف کو بزور اہل سنت کا مسلک ثابت کرنا چاہ رہے ہیں، اُس کے لیے کوئی ایک بھی ٹھوس دلیل قائم نہیں کر سکے، نجانے اہل سنت کا یہ کیسا مسلک ہے جس کی کوئی دلیل ہی نہیں؟ درحقیقت یہ عرفان الحق صاحب کا پسندیدہ مسلک ہے جسے وہ سینہ زوری سے ''اہل سنت کا مسلک'' باور کرانا چاہتے ہیں، لیکن ایں خیال است ومحال است وجنوں

ہم باحوالہ ذکر کر آئے ہیں چودہ سوسالہ اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ درست رائے پر تھے اور مقابلین صحابہ سے خطاء اجتہادی ہوئی۔ اس کے برعکس عرفان صاحب کے نزدیک دونوں میں سے کسی سے کسی بھی قسم کی خطاء نہیں ہوئی۔ اس کے باوجود وہ بضد ہیں کہ انہی کے بیان کردہ موقف کو اہل سنت کا مسلک تسلیم کیا جائے۔ حالانکہ ان کے اختیار کردہ قول کو شاذ قرار دیا گیا ہے۔ اور ہر ذی شعور جانتا ہے کہ جمہور کے مقابلہ میں شاذ قول راہِ اعتدال نہیں ہوسکتا، نہ ہی شاذ اقوال پر مسلک قائم ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث طیبہ میں جمہور اور اجماع امت کے ساتھ چلنے کی تاکید کی گئی ہے۔

حضور ﷺ کی تاکید: جمہور مسلمانوں کے ساتھ ہوں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ماكان الله ليجمع هٰذه الأمة على الضلالة أبدا، ويد الله على الجماعة هٰكذا، فعليكم بالسواد الأعظم.[السنة لابن ابی عاصم، ح:۸۰] اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے کہ اِس امت کو کبھی گمراہی پر جمع کردیں، اوراللہ تعالیٰ کی مدد جماعت پر ہے، تو تم پر بڑی جماعت (جمہور) کی اتباع لازم ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

إن الشيطان ذئب الإنسان كذئب الغنم يأخذالشاة القاصية والناحية، فإياكم والشعاب، وعليكم بالجماعة والعامة والمسجد.[مسنداحمد، ح: ۲۲۰۲۹] شیطان انسان کے لیے بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے، بھیڑیا الگ ایک طرف چلنے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے، تو تم پہاڑی دروں (جیسے راستوں) سے (جن میں ایک ایک کرکے چل سکتے ہیں) بچو، اور جماعت اور اکثریت اور مسجد کو لازم پکڑو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشادسنا:

إن أمتی لاتجتمع على ضلالة، فإذا رئيتم اختلافًا فعليكم بالسواد الأعظم. [ابن ماجه، ح:۳۹۵۰، مسندعبد بن حميد، المقاصدالحسنة، ح:۱۲۸۸] بیشک میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑلو۔

تو مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں جہاں اِس بات پر اہل حق کا اجماع ہے کہ کسی صحابی یا فریق پر طعن جائز نہیں، اور مشاجرات صحابہ میں زیادہ غوروخوض مناسب نہیں، وہاں اِس پر بھی اجماع ہے کہ دوفریق میں سے ایک سے خطاءاجتہادی ہوئی ہے، اور اِس پر بھی اجماع ہے کہ جس فریق سے اجتہادی خطاء ہوئی ہے اُس کو گناہ نہیں ہوا بلکہ اُس کو ایک گنا اجر ہی ملے گا۔

عرفان الحق صاحب اوپر ذکر ہونے والی عبارت میں صحابی کی خطاءاجتہادی بیان کرنے کو صحابی پر ''اعتراض'' کرنے سے تعبیر کر گئے ہیں، حالانکہ اعتراض میں طعن اور تنقید ہوتی ہے جب کہ سب اہل سنت اسلاف جنہوں نے خطاءاجتہادی بیان کی اُن کا مقصود ہرگز ہرگز طعن وتنقید نہیں ہے، معترض جس پر اعتراض کرتا ہے اُس کی نظر میں وہ شخص حقیر وقابل تحقیر ہوتا ہے، احترام کے لائق نہیں ہوتا، اور معترض اُس کے متعلق دل میں دشمنی نفرت وبغض رکھتا ہے تو کیا خیال ہے کہ سب اہل سنت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو احترام کے لائق نہیں سمجھتے اور اُن کے متعلق روافض کی طرح بغض ونفرت اور دشمنی رکھتے ہیں؟ ہرگز ایسا نہیں ہے، اس لیے اہل سنت کے اجتہادی خطاء کو بیان کرنے کو اعتراض کرنے سے اور بیان کرنے والوں کو معترضین سے تعبیر کرنا بالکل غلط ہے۔

دشمنانِ صحابہ کے ہاتھ میں ہتھیار:

عرفان الحق صاحب کہتے ہیں کہ:

''دشمنان صحابہ یعنی شیعہ/رافضی/ناصبی (سیدنا علی وحسنین رضی اللہ عنہما وغیرہ کی توہین کا مرتکب طبقہ) اور خارجی ان سے فائدہ اٹھا کر صحابہ رضی اللہ عنہم پر تبرا کرتے ہیں، اور بطور دلیل اِنہی نام نہاد سنیوں کے حوالے پیش کرتے ہیں جنہوں نے صفین وجمل کے پس منظر میں حضرت عائشہ یا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما پر اعتراض کیے ہوں''۔

جواب: اکابر اہل سنت جہاں اِن حضرات کی خطاء اجتہادی بیان کرتے ہیں وہاں اُن کی صفائی بھی دیتے ہیں، عذر بیان کرتے ہیں، اُن کو مخلص بھی بتاتے ہیں، دنیاوی طمع اور ذاتی عناد سے صاف بتاتے ہیں، اگر پھر بھی کوئی دشمنِ دین اہل سنت کی آدھی بات کو لے کر حوالہ دے دے تو اُس میں اہل سنت علماء کرام کا کیا قصور ہے؟

ہاں مگر آپ کے طبقہ سے تعلق رکھنے والے جناب قاضی طاہر علی صاحب نے ''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین'' کے نام سے جو کتاب لکھی ہے یہ کتاب روافض اور مودودیوں بلکہ علماء اہل سنت دیوبند کے خلاف سرگرم محرکین کے لیے ہتھیار کے طور پر خوب کام آئے گی، اور اِس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لکھنے والے رافضیوں کو خوب یکجا مواد ملے گا اور وہ خوب استعمال کریں گے، ذرا عرفان الحق صاحب کو اِس پر بھی توجہ دینے اور لکھنے کی ضرورت ہے، مناسب ہے کہ اِس پر بھی قلم وقرطاس کو متحرک کریں، فقط والحمدللہ رب العالمین

مجیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ......دار العلوم الاسلامیہ

ماہڑہ شہر تحصیل پروآ، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان......یکم ربیع الثانی سنہ ۱۴۳۹ھ

(......صفحہ 58 کا **بقیہ**......)

علی زئی صاحب نے سات زمینوں والی حدیث کے مضمون کو ''امکان نظیر'' قرار دیا ہے...عرض ہے کہ اسی حدیث کو میاں صاحب بطورِ عقیدہ قبول کیے ہوئے ہیں۔[فتاویٰ نذیریہ: ۱/۶۷]

علی زئی صاحب کی عبارت میں بغلیں بجانے سے مراد اگر خوش ہونا ہے تو ہماری خوشی بجا ہے کہ ہم میاں صاحب کو امکانِ نظیر عقیدہ کا حامل قرار دینے میں کامیاب رہے ہیں اور میاں صاحب کی طرف سے سات زمینوں والی حدیث کو قبول کر لینے کے بعد علی زئی صاحب کے ہمنواؤں کے لیے بغلیں بجانے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ اس لئے سات زمینوں والی حدیث کے حوالہ کے بعد ان کی طرف سے بغلیں بجانا فضول ہوگا۔ (جاری۔۔۔۔)

بہ سلسلہ زبیر علی زئی کا تعاقب

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

مسئلہ امکانِ نظیر اور آلِ غیر مقلدیت

(......قسط:۲......)

زبیر علی زئی:

اس غلط اور گندے [456] عقیدے کے علاوہ دوسرے دو عقیدے [457] درج ذیل ہیں:

۱: اللہ کو قدرت نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیدا کر سکے۔

۲: اللہ تعالیٰ کو قدرت تو ہے، لیکن وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیدا نہیں کرے گا۔

آلِ دیوبند کے نزدیک بھی قابلِ احترام [458] میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ نے ان دو عقیدوں میں سے پہلے عقیدے [459] کو گمراہی اور بدعت قرار دیا ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ نذیریہ: ۱/۵۳)

راقم الحروف نے جس امکانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلط اور گندا قرار دیا ہے، وہ ان دو عقیدوں کے علاوہ تیسرا عقیدہ [459] ہے، جسے اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔

میاں صاحب کی عبارت میرے [460] خلاف نہیں، لہٰذا رب نواز دیوبندی کا اسے پیش کر کے بغلیں بجانا [461] غلط ہے۔

الجواب:

۴۵۶ علی زئی صاحب جس عقیدہ کو غلط اور گندا کہہ رہے ہیں وہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مضمون ہے کہ سات زمینیں ہیں ہر زمین میں تمہارے نبی جیسا نبی ہے۔ اس پر بحث پچھلے حواشی (حاشیہ: ۴۵۱ وغیرہ) میں گزر چکی ہے۔

علی زئی صاحب اسے غلط اور گندا عقیدہ ثابت نہیں کر سکے، خود آلِ غیر مقلدیت کا بھی یہی عقیدہ ہے بلکہ انہوں نے اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے۔ دیکھئے حاشیہ: ۱۵۱ تا ۴۵۵

۴۵۷ ان دو عقیدوں میں سے پہلا عقیدہ بریلویوں کا ہے جب کہ دوسرے عقیدہ کے قائل علمائے دیوبند ہیں۔ یعنی بریلوی لوگ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ ﷺ کی مثل بنانے پر قادر نہیں مانتے اور دیوبندی قادر تسلیم کرتے ہیں۔ یہاں علی زئی صاحب کو بتانا چاہیے تھا کہ وہ ان دو عقیدوں میں سے کون سا عقیدہ مانتے ہیں؟

۴۵۸ یہ تو دعویٰ ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک میاں نذیر حسین دہلوی قابلِ احترام ہے مگر اس کی دلیل کیا ہے؟

نیز یہ بھی بتلایا جائے میاں صاحب کا احترام اس کے غیر مقلد ہونے کی وجہ سے ہے یا محض انسان ہونے کی حیثیت سے؟

۴۵۹ وہ عقیدہ ذیل کے فتویٰ میں درج ہے۔سوال و جواب دونوں ملاحظہ ہوں۔

''سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ: زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں کہ مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کر سکے،اور عمرو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت تو ہے مگر موافق اپنے وعدہ کے پیدا نہ کرے گا۔ان دونوں میں کون سچا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیے کہ زید اپنے قول میں جھوٹا ہے اور دعویٰ اس کا خلاف عقائد مسلمین ہے،اور عمرو اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور اعتقاد اس کا موافق عقائد اہل سنت والجماعت کے ہے، اور اعتقاد زید کا گمراہی ہے،ایسے شخص کو گمراہ اور اہلِ بدعت سے سمجھنا چاہیے،ایسے شخص کے کفر اور عدمِ کفر میں علماء مختلف ہو رہے ہیں،اور قریب کفر کے ہونے میں کچھ شک وشبہ نہیں ہے۔واللہ اعلم بالصواب، حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ'' [فتاویٰ نذیریہ:۵۳/۱]

محمد قطب الدین،خواجہ ضیاء الدین،محمد اسد علی اور حفیظ اللہ نے اس فتویٰ کی تائید فرمائی ہے۔گویا یہ فتویٰ غیر مقلدین کے پنج تن حضرات کا مصدقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل اور نظیر پیدا کرنے پر قادر ماننا امکانِ نظیر کہلاتا ہے جیسا کہ اس کا اعتراف غیر مقلدین نے کیا ہے۔دیکھئے! حاشیہ:۴۶۰۔

جب علی زئی صاحب نے امکانِ نظیر کو گندا عقیدہ قرار دیا تو ان سے سوال ہوا کہ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی بھی امکانِ نظیر کے قائل ہیں کیا آپ انہیں بھی گندے عقیدے کا حامل کہیں گے؟

علی زئی صاحب نے اس مشکل سے پلہ چھڑانے کے لیے کہہ دیا کہ سات زمینوں والے عقیدے کو میں نے گندا کہا ہے،میاں صاحب کے بیان کردہ مذکورہ بالا عقیدے کو گندا نہیں لکھا۔

مگر سچی بات ہے کہ علی زئی صاحب اپنی جماعت کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی کے دفاع سے بالکل عاجز رہے ہیں۔

ا۔علی زئی صاحب نے امکانِ نظیر کی تشریح اس طرح کی ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم مثل ونظیر ممکن ہے۔'' [اوکاڑوی کا تعاقب:۸]

اس تعریف کے بعد میاں صاحب کا عقیدہ ملاحظہ ہو وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل پیدا کرنے پر اللہ کو قدرت ہے جیسا کہ اوپر منقول ہوا۔

جب مثل پیدا کرنے پر اللہ قادر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر و مثل ممکن ہوئی۔

۲۔علی زئی صاحب نے لکھا:

''بریلوی و دیوبندی اختلاف کا نقطۂ آغاز اس وقت شروع ہوا جب دیوبندیوں نے امکانِ نظیر (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم مثل ونظیر ممکن ہے!!) کا مسئلہ چھیڑا'' [اوکاڑوی کا تعاقب:۸]

پہلی بات یہ ہے کہ امکان نظیر کا مسئلہ بریلوی و دیوبندی اختلاف سے پہلے کا ہے، جیسا کہ آگے آئے گا، اِن شاء اللہ۔

دوسری بات یہ ہے کہ بریلوی لوگ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں مانتے۔اُنہوں نے اپنا یہ عقیدہ متعدد کتابوں میں تحریر کیا ہوا ہے۔مثلاً بریلویوں کی کتاب'' خطبات کاظمی''میں لکھا ہے:

''جو چیز محال ہے یعنی نہیں ہوسکتی وہ اپنی ذات میں عیب دار اور ناقص ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ تحت قدرت باری تعالیٰ ہو سکے مثلاً...حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر پیدا کرنا ان سب باتوں کے لیے ضروری ہے کہ تحت قدرت باری تعالیٰ نہ ہو'' [خطبات کاظمی:۴/۹۷ا سید احمد کاظمی شاہ بریلوی]

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل بنانے پر قادر ہے۔[تقویۃ الایمان:۳۵]

بریلوی مؤلف نے شاہ صاحب کے مذکورہ بالا عقیدہ کا نہ صرف رَد کیا بلکہ اسے بارگاہِ نبوت کی گستاخی قرار دیا۔[اطیب البیان:۲۵۴]

علی زئی صاحب نے دعویٰ کیا کہ بریلوی و دیوبندی اختلاف کا نقطہ آغاز مسئلہ امکانِ نظیر کی وجہ ہوا یعنی دیوبندی امکانِ نظیر کے قائل تھے اور بریلوی اس کے انکاری رہے۔اور اوپر مذکور ہوا کہ بریلوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر پر اللہ کو قادر نہیں مانتے جب کہ دیوبندی اللہ کو قادرِ مطلق تسلیم کرتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ ان کا یہ اختلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ کو قادر ماننے اور نہ ماننے کا ہے۔قادر ماننا''امکانِ نظیر'' کہلاتا ہے اور قادر نہ تسلیم کرنے کو امتناع نظیر کہتے ہیں۔

میاں صاحب بھی چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر پیدا کرنے پر اللہ کو قادر مانتے ہیں، اس لیے وہ امکانِ نظیر کے قائل ٹھہرے۔

۳۔اگر علی سبیل التنز ل مان لیں کہ علی زئی صاحب نے صرف سات زمینوں والے مضمون کو ہی گندا عقیدہ کہا ہے تو بھی میاں صاحب علی زئی فتویٰ کی زد سے نہیں بچ سکتے کیونکہ میاں صاحب اس مضمون کو تسلیم کیے ہوئے ہیں۔فتاویٰ نذیریہ میں سید امیر احمد سہسوانی غیر مقلد کا فتویٰ ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''ابنِ جریر نے شعبہ عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحیٰ عن عباس اس آیت [ومن الارض مثلھن ،اور زمینیں بھی اتنی ہی ہیں] کی تفسیر میں نقل کیا ہے...ابنِ عباسؓ نے فرمایا ہر زمین میں ابراہیم جیسا پیغمبر ہے اور اسی طرح ہر زمین میں مخلوق ہے اس کو اس نے مختصر روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اس کو حاکم اور بیہقی نے عطاء بن السائب عن ابی الضحیٰ کے طریق سے مفصل روایت کیا ہے، اور اس کی ابتدا اس طرح ہے یعنی سات زمینیں ہیں، ہر زمین میں آدم ہے تمہارے آدم جیسا، اور نوح ہے تمہارے نوح جیسا، اور ابراہیم ہے تمہارے ابراہیم جیسا، اور عیسیٰ ہے تمہارے عیسیٰ جیسا اور نبی ہے تمہارے نبی جیسا۔'' [فتاویٰ نذیریہ: ۶۶/۱]

اس فتویٰ کے آخر میں لکھا ہے:

''موافق قاعدہ محدثین کے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔'' [فتاویٰ نذیریہ: ۶۷/۱]

اس فتویٰ کی میاں صاحب، سید محمد اسد علی، محمد حسین اور سید شریف حسین نے تصدیق کی ہے۔ چونکہ میاں صاحب سات زمینوں والی حدیث کی تصدیق کیے ہوئے ہیں اس لیے وہ علی زئی فتویٰ کی زَد میں آ کر گندے عقیدہ کے حامل ٹھہرے۔

امامِ آلِ غیر مقلدیت وحید الزمان نے بھی سات زمینوں والی حدیث کو قبول کیا ہے جیسا کہ حاشیہ :۴۵۴ میں ''لغات الحدیث :۸۸/۲،س'' کے حوالہ سے مذکور ہوا۔ سید امیر احمد سہسوانی غیر مقلد نے سات زمینوں والی حدیث کے اثبات میں مناظرہ کیا جو مستقل رسالہ کی شکل میں ''مناظرہ احمدیہ'' کے نام سے شائع ہے۔ اس رسالہ ''مناظرہ احمدیہ'' کا ذکرِ خیر غیر مقلدین کی کتابوں میں موجود ہے۔

[تراجم علمائے حدیث ہند: ۲۴۶، چمنستانِ حدیث: ۶۹]

کیا کسی غیر مقلد میں ہمت ہے کہ وہ سات زمینوں والی حدیث کو قبول کرنے والے اپنے اُن اکابر کو گندے عقیدہ کا حامل کہے!!!

۴٦۰ کیوں خلاف نہیں؟ علی زئی صاحب نے کہا ''امکانِ نظیر'' گندا عقیدہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل پیدا کرنے پر قادر ماننا امکانِ نظیر ہے یا نہیں؟

عرض ہے کہ خود آلِ غیر مقلدیت کو اعتراف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ کو قادر بتانا امکانِ نظیر کہلاتا ہے۔

چنانچہ محمد خالد سیف صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''انہوں [فضلِ حق خیر آبادی (ناقل)] نے اس قسم کے اعتراضات پر مشتمل ''امتناع النظیر'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ امام [شاہ اسماعیل شہید (ناقل)] صاحبؒ نے اس کے جواب میں ''امکان النظیر'' کے نام سے ایک ہی مجلس میں نہایت متانت، سنجیدگی اور دلائلِ عقلیہ ونقلیہ سے مدلل بزبانِ فارسی ایک

رسالہ لکھا جو کہ ''یک روزہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔آپ نے فرمایا کہ قدرت ایک علیحدہ صفت ہے اور تکوین یعنی بنانا ایک دوسری صفت ہے، سو وجودِ مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہے، تکوین کے تحت نہیں تا کہ اس کا وقوع لازم آئے۔''تقویۃ الایمان'' کے اس مقام پر بھی یہی ثابت کرنا مقصود ہے کہ اللہ رب العزت جل جلالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل پیدا کرنے پر قادر ہے اور یہ مقصود نہیں کہ وہ مثلِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کرے گا۔'' [تذکرہ شہید:۲۳۶ مکتبہ غزنویہ لاہور]

محمد اسحاق بھٹی صاحب غیر مقلد نے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے رسالہ ''یک روزی'' کا تعارف کراتے ہوئے لکھا:

''یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے اور اس میں تقویۃ الایمان پر مولانا فضل حق خیر آبادی کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ایک دن شاہ اسماعیل نماز کے لیے مسجد جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شخص نے ان کو مولانا فضلِ حق خیر آبادی کا ایک رسالہ دیا، جس میں تقویۃ الایمان پر اعتراضات کیے گئے تھے اور مسئلہ امکانِ نظیر سے متعلق شاہ صاحب کے نقطۂ نظر کی تردید کی گئی تھی۔'' [فقہائے پاک و ہند:۱۹۹/۳]

امام خان نوشہروی غیر مقلد نے سید امیر احمد غیر مقلد کے حالات میں لکھا:

''آپ نے فاضل خیر آبادی کی کتاب کی تردید میں ''نقض الأباطيل فى الذب عن الشيخ إسماعيل''، لکھی۔مضمون امکانِ نظیر تھا، جس کا جواب مولانا عبدالحق بجز سکوت کے نہ دے سکے۔''

[تراجم علمائے حدیث ہند:۲۴۵ مکتبہ اہلِ حدیث ٹرسٹ کراچی]

علی زئی صاحب کے استاذ محمد عطاء اللہ حنیف غیر مقلد لکھتے ہیں:

''تقویۃ الایمان پر اعتراضات مولانا فضلِ حق خیر آبادی مرحوم کو بھی تھے مثلاً وہ جو بعد میں ''مسئلہ امکانِ وامتناعِ نظیر'' عنوان پا گیا۔'' [تصدیر اکمل البیان:۱۸]

ان عبارتوں میں شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے عقیدہ امکانِ نظیر کا تذکرہ ہے اور اُن کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ چاہے تو ایک ہی آن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کئی نبی پیدا کر دے۔[تقویۃ الایمان:۳۵]

حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل بنانے پر قادر ماننے کو عقیدہ امکانِ نظیر کہتے ہیں اور میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔جب علی زئی صاحب نے امکانِ نظیر کو گندا عقیدہ کہا تو میاں صاحب گندے عقیدے کے حامل ٹھہرے۔مزید دیکھئے حاشیہ:۴۵۹

۴۶۱ بغلیں بجانا تو نازیبا حرکت ہے، بندہ نے نہ پہلے بغلیں بجائیں اور نہ آئندہ ایسے کرے گا۔ان شاء اللہ۔ہاں یہ دعویٰ ضرور ہے کہ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی ''امکانِ نظیر'' عقیدہ رکھتے تھے۔

(باقی صفحہ 53 پر)